سیدہ پروین زینب سروری کی مذہبی شاعری: فکری و فنی جہات کا مطالعہ

("تسبیحِ نور"، "حریمِ نور" کے حوالے سے)

مقالہ برائے ایم۔ فل (اردو)

مقالہ نگار:

سنبل نواز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

جون ۲۰۲۱ء

سیدہ پروین زینب سروری کی مذہبی شاعری: فکری و فنی جہات کا مطالعہ

("تسبیح نور"، "حریمِ نور" کے حوالے سے)

مقالہ برائے ایم۔فل (اردو)

مقالہ نگار:

سنبل نواز

یہ مقالہ

ایم فل (اردو)

کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا

فیکلٹی آف ایڈوانس انٹگریٹڈ سٹڈیز اینڈ ریسرچ

(اردو زبان وادب)

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

جون ۲۰۲۱ء

سنبل نواز

مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انھوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف لینگویجز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالے کا عنوان: سیدہ پروین زینب سروری کی مذہبی شاعری: فکری و فنی جہات کا مطالعہ
("تسبیح نور"، "حریمِ نور" کے حوالے سے)

پیش کار: سنبل نواز رجسٹریشن نمبر:MP-URD-S18-1460

ماسٹر آف فلاسفی

ڈاکٹر ارشاد بیگم (نگرانِ مقالہ) ------------------------

شعبہ: (اردو زبان وادب)

پروفیسر ڈاکٹر صوفیہ خشک ------------------------

ڈین فیکلٹی آف لینگویجز

پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اعوان ------------------------

پرو ریکٹر اکیڈمکس

(تاریخ)------------------------

اقرار نامہ

میں سنبل نواز حلفیہ بیان کرتی ہوں کہ اس مقالے میں پیش کیا گیا مواد میرا ذاتی ہے اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد کے ایم فل اردو سکالر کی حیثیت سے ڈاکٹر ارشاد بیگم کی نگرانی میں کیا گیا ہے۔ میں نے یہ کام کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا ہے اور نہ آئندہ کروں گی۔

سنبل نواز

مقالہ نگار

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

۲۰۲۱ء

فہرستِ ابواب

ABSTRACT

Title: " Religious Poetry of Syeda Parveen Zainab Sawari: A Study of Intellectual and Artistic Aspects (With Reference to Tasbeeh e Nur and Hareem e Nur)

This is a study of intellectual and artistic aspects of religios poetry of Syeda Parveen Zaineb Sarwari. She not only wrote Hymn, *Naat* but also wroteitten *Manqabat* and *Manajaat*.Her two religious poetry books; *Tasbeeh e Nur* and *Hareem e Nur*, have been analysed in this research.

Religious poetry plays vital role in shaping religiou creeds. There are a large number of people in human society who, after listening to, understanding and reading pure religious poetry, have incorporated themselves into the realm of Islam. This is a documentary research in which contents analysis have been taken.

Religious poetry has always been a part of every society. Syeda Parveen Zainab Sarwari's poetry is valuable and enviable which needs to be conveyed to the common man so that more and more people can benefit from it, and the new aspects of Syeda Parveen Zainab Sarwari's religious personality can be awakened.

اظہارِ تشکر

مقالے کی تکمیل کے لیے سب سے پہلے اللہ رب العزت کی شکر گزار ہوں جس کی خاص نظرِ کرم نے مجھے اس قابل بنایا کہ میں مقالے کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکوں۔ میں صدر شعبہ اردو اور دیگر اساتذہ کرام کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے ایم فل کے کورس ورک میں مختلف مضامین پڑھانے اور راہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ ان اساتذہ میں ڈاکٹر رخشندہ مراد، ڈاکٹر صائمہ نذیر، ڈاکٹر نازیہ یونس، ڈاکٹر ارشاد بیگم، ڈاکٹر نعیم مظہر، ڈاکٹر شفیق انجم، ڈاکٹر رانا محمود اور ڈاکٹر عابد سیال کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اساتذہ کے لیے آسانیاں پیدا کرے جنھوں نے ہر قدم پر میری راہنمائی کی اور تحقیق کے پر خار سفر کو شروع کرنے کا حوصلہ اور تربیت دی۔

میں اپنی نگرانِ مقالہ ڈاکٹر ارشاد بیگم کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتی ہوں جنھوں نے موضوع کے انتخاب سے لے کر اس مقالے کی تکمیل تک مجھ جیسی طفلِ مکتب کو نہ صرف برداشت کیا بلکہ اپنی قیمتی سے بھی نوازا جس کی بدولت میں آج اس مقالے کو مکمل کر سکی۔ جب بھی تحقیق میں مجھے راہنمائی کی ضرورت ہوتی اور میں وقت بے وقت ان سے راہنمائی مانگی تو انھوں نے خندہ پیشانی سے راہنمائی کی۔ میں ان کے لیے خاص طور پر دعا گو ہوں۔

آخر میں، والدہ محترمہ، والدِ محترم شاہ نواز، بھائی سعادت نواز، بھابی ڈاکٹر عرشیہ کنول، تمام بہنوں، تمام سسرال والے اور اپنے شریکِ حیات جہانزیب علی کی بھی انتہائی مشکور ہوں جن کے تعاون کے بغیر اس مقالے کی تکمیل ممکن نہ تھی۔ خاص طور پر میں اپنے شوہر جہانزیب علی کی مشکور ہوں جنھوں نے تحقیق کے اس پر خار سفر میں میرے لیے آسانیاں پیدا کیں اور گھریلو ذمہ داریوں کے بوجھ کو کم کر کے تحقیق کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت مہیا کیا۔ اس کے علاوہ میں اپنے تمام احباب کی شکر گزار ہوں جنھوں نے کسی نہ کسی طرح میری مدد یا راہنمائی کی۔

تحقیق میں کچھ بھی حرفِ آخر نہیں ہوتا۔ اگرچہ میں نے اس مقالے کو مکمل کرنے میں مقدور بھر محنت اور کوشش کی ہے۔ اگر کہیں کوئی خامی یا سقم رہ گیا ہے تو وہ محض میری کم علمی ہو گی۔

سنبل نواز

ایم فل سکالر

باب اول

موضوع تحقیق کا تعارف اور بنیادی مباحث

(الف)۔ تمہید:

ا۔ موضوع کا تعارف

اگر اردو زبان کے ادب کا مطالعہ ومشاہدہ کیا جائے تو حمدیہ، نعتیہ کلام اور ابیاتِ ثناء اس کی ابتداء ہی سے ملتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اسی اقسام کے کلمات کی بنیاد قرآنِ کریم اور سنت نبوی ﷺ ہیں، جب کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کے اندر اپنی حمد اور پیارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی اوصاف بیان کی ہیں، اس طرح کا بیان کسی بندہ کے بس کی بات نہیں ہے۔ تاہم اردو کے کئی شعرائے کرام جابجا قرآنِ کریم کی آیات اور احادیثِ مبارکہ کے ان گنت دلائل اور حوالہ جات اپنی شاعری کے اندر کوٹ کرتے ہیں۔ قرآنِ کریم اور احادیث مبارکہ کے گہرے مطالعہ سے شعراء اپنی شاعری میں موتیوں کی طرح چمکتے دمکتے الفاظ پروتے ہیں۔ حق بات تو یہ ہے کہ حمدیہ اور نعتیہ کلام اسلام کی ایک قسم کی تبلیغ کا باعث بھی بنا رہا ہے۔ برصغیر پاک وہند کے ماضی بعید میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں، کہ جن کے اندر شعر وشاعری کی وجہ سے لوگ مسلمان ہوئے یا پھر مسلمانی کے اثرات اپنی زندگی میں اختیار کئے یا مسلمانوں سے منافرت گھٹائی۔ اس سلسلے میں صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ کی شاعری منہ بولتا ثبوت ہے۔

آج بھی اگر دیکھا جائے تو صوفی شعرائے کرام کی درگاہیں مختلف مذاہب کے لوگوں سے بھری ہوئی ہیں۔ لاکھوں لوگ مسلمان نہ ہونے کے باوجود اُن کے یہاں حاضریاں دیتے ہیں اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور امن امان کے سلسلے میں بھی معاونت فراہم کرتے ہیں۔ بزرگانِ دین اور شعرائے کرام کے مرید اور عقیدت مند ہونے کے ناطے مسلمانوں کے بھی کام آتے ہیں تو غیر مسلموں کے بھی۔ یہ بلا تفریق محبت انہیں کے درس اور شاعری کا پیش خیمہ ہے۔ مذہبی شعراء نے اپنی شاعری کے اندر پوری پوری کوشش کی ہے کہ محبت، اخوت اور بھائی چارگی کی فضاء کو بھڑکایا جائے اور نفرت وتنگ نظری جیسے ماحول کو مٹایا جائے۔

یہ سچ ہے کہ ایک پتا بھی اللہ تعالیٰ کے امر کے بغیر نہیں جھڑ تااوراس کی قدرت ہر وقت ہر چیز کے اندر موجود ہوتی ہے۔ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے جب کہ ایک ہی ہستی ہے جو بالکل ہی بے احتیاج ہے۔ شعرائے کرام اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی بیان کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر شعرائے کرام کی طرح سیدہ پروین زینب سروری نے بھی مذہبی شاعری کے میدان میں اپنالوہامنوایاہے۔ اُنہوں نے اپنے حمدیہ کلام کے اندراللہ تعالیٰ کی وحدانیت، فطرت، ربوبیت، خُدائیت کو بہت ہی خوب انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

حمد وثناء کے بعد ایک اچھے مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ امامِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر درود وسلام کے تحائف بھیجتارہے۔ اگر سیدہ پروین زینب سروری کے نعتیہ کلام کی بات کی جائے تواُن کی نعتیں بھی حُبِ انور، سرور کونین سے سرشار ہیں۔ اُن کی مذہبی شاعری پر مبنی کُل تین کتب 'تسبیحِ نور'، 'حریمِ نور' اور 'قندیلِ نور' ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ سیدہ پروین زینبؔ سروری نے اپنے آپ کومذہبی شاعری کے لئے وقف کرر کھاہے جو کہ اُن کے لئے ایک اعزاز کی بات ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری ڈیرااسماعیل خان کے گاؤں کلاچی میں واقع فقیرعبدالحمید کامل سروری کے گھر میں پیداہوئیں۔ ان کاگھرانہ علمی، ادبی اور مذہبی گھرانے کے طور پر مشہور ہے۔

سیدہ پروین زینب سروری کی شادی ملک کے نامور منصف چیف جسٹس ریٹائرڈعبدالکریم کنڈی سے ہوئی، جو کہ خودایک بہت بڑی شخصیت کے حامل شخص تھے۔ اُن کے عدل وانصاف پر مبنی فیصلے نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیامیں مشہورومعروف ہیں۔ اُس وقت کے اخبارات اور جرائد چیف جسٹس ریٹائرڈعبدالکریم کُنڈی صاحب کے فیصلوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان کے فیصلوں سے معاشرے پر اچھے اثرات مرتب ہوا کرتے تھے اور کئی جج صاحبان اپنے فیصلوں میں اُن کے حوالے دیا کرتے تھے۔ کتاب 'تسبیحِ نور' کاانتساب بھی عبدالکریم کنڈی صاحب کے نام پر ہی کیا گیاہے۔ سیدہ پروین زینب سروری کی ازدواجی زندگی سے بھی پتاچلتاہے کہ اُن کی پرورش ہی ایک ایسے ماحول میں ہوئی جہاں عدل انصاف، علم فہم ودانش کی آبیاری ہوتی رہی ہے۔ ویسے بھی قریبی معاشرہ یاخاندان ہی انسان کو سنوار تایابگاڑ تاہے۔ شعر گوئی کی مد میں ان کے علاقے کے

ایک اچھے انسان نور محمد سروری قادری صاحب نے اُن کی کافی راہنمائی کی، جب کہ سیدہ پروین زینب سروری کے والد نے بھی اچھا خاصا کردار ادا کیا۔ سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں:

"ایک عظیم ہستی سلطان الفقر فقیر نور محمد سروری قادری کی نظر کرم وصال کے بعد بھی مجھ پر قائم و دائم ہے۔ یہ سب انہی کا فیض اور نگاہِ التفات ہے۔ میرے والد محترم سید الاولیاء، قطب الوقت، شیخ المشائخ اور سلطانِ معرفت وتوحید حضرت فقیر عبدالحمید سروریؒ کی رہنمائی اور سرپرستی نے مجھے اس مقام پر پہنچایا۔ تیسری بے لوث ہستی میری فرشتہ صفت والدہ محترمہ سیّدہ زرینا گل بی بیؒ کی ہے جن کی مہربان شخصیت، محبت اور تربیت نے میری آگے بڑھنے کی راہیں ہموار کیں۔"(۱)

سیدہ پروین زینبؔ سروری ڈاکٹر جاوید احمد سروری قادری، جناب رشید ساقیؔ اور اپنے گھر کے ماحول کی بھی مشکور ہیں جنھوں نے اُن کی ادب سازی میں ہر موڑ پر اصلاح اور رہبری کی۔ وہ لکھتی ہیں:

"برادر عزیز، صوفی اسکالر اور رائٹر فقیر ڈاکٹر جاوید احمد سروری قادری کا ذکر خاص طور پر کرنا چاہوں گی جن کی حوصلہ افزائی، رہنمائی اور بے لوث مشوروں نے مجھے ہمیشہ ایک نیا ولولہ وجذبہ عطا کیا اور مجھے اس جادۂ نور پر گامزن رکھا۔۔۔ میری دو مہربان بیٹیوں یسریٰ خانم اور طوبیٰ خانم نے بھی میرا حوصلہ بڑھایا ---۔ اپنے داماد عزیزم جناب خورشید انور صاحب کی بے حد ممنون ہوں جنھوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر میری کتابوں پر نظر ثانی کی۔"(۲)

سیدہ پروین زینب نے اپنی کتاب "تسبیحِ نور" اپنے رفیقِ سفر جناب چیف جسٹس ریٹائر عبدالکریم کنڈی کے نام کی ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ سیّدہ پروین زینبؔ سروری کی پہلی کتاب "تسبیحِ نور" کامیاب ہوئی اور اس پر متعدد اہلِ قلم نے تنقیدی مضامین لکھے۔ اس کتاب کا 'پیش لفظ' فقیر عبدالحمید کامل سروری نے لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"زیر نظر کتاب "تسبیحِ نور" سیدہ پروین زینب سروری کی خوبصورت نعتوں کا مجموعہ ہے۔ سیدہ زینب سروری سابق چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ عبدالکریم خان کنڈی کی شریکِ حیات ہیں اور راقم الحروف فقیر عبدالحمید کامل سروری کی دختر نیک اختر ہیں۔ اگرچہ سیدہ

زینب سروری نعت گوئی کی دنیا میں نووارد ہیں اور یہ ان کی نعتوں کا پہلا مجموعہ ہے مگر ان کی نعتیں عشقِ رسول ﷺ میں انتہائی طور پر ڈوبی ہوئی، بہت ہی معیاری اور روح کی گہرائیوں میں اُترنے والی ہیں۔ ان کی نعتیں جب بھی محفل میں پڑھی جاتی ہیں تو سامعین پر وجد و سرور کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کا بے پناہ جذبہ اُجاگر ہوتا ہے۔ خوبصورت اور وجد آفرین نعتوں کے اس مجموعے سے پروین زینب سروری کو صفِ اوّل کی نعت گو خاتون شاعرہ کا اعزاز حاصل ہو گیا ہے اور یہی انشاء اللہ ان کی اُخروی نجات کا بہت بڑا ذریعہ ثابت ہو گا اور قربِ رسول ﷺ کا باعث ہو گا۔"[۳]

کتاب "تسبیحِ نور" کے دیباچہ کے مصنف آستانہ عالیہ کلاچی، ڈیرہ اسماعیل خان کے جانشین فقیر ڈاکٹر جاوید احمد سروری قادری ہیں۔ ڈاکٹر جاوید احمد سروری قادری لکھتے ہیں:

"اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو محبتِ رسول ﷺ کی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں مرتبہ رسالت سے متعلق دقیق نکات دل کو چھو جاتے ہیں۔ آپ کی ساری زندگی سید عالَم ﷺ کے عشق سے منور ہے۔ اشعار اسوۂ رحمت للعالمین ﷺ کی تجلیات اور اخلاقِ عالیہ کے فضائل سے مالا مال ہیں۔ آپ کی نعتیہ شاعری اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عطا ہے۔ ایک ایک شعر میں رسولِ عربی ﷺ کی محبت و شفقت کے زمزمے بہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔"[۴]

جس طرح دنیا کے دیگر شعرائے کرام نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصیتِ مبارکہ کو عظیم سے عظیم تر کر کے بیان کرنے کی کوشش کی ہے اسی طرح سیدہ پروین زینب سروری نے بھی بارہا کوششیں کی ہیں۔ نعتیہ کلام کے ان بندوں میں کیا خوب ذوق پنہاں ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

پیغمبروں میں اگر نام ہے بڑا کوئی
نہیں ہے احمد مختار کے سوا کوئی
کھلے ہیں دل میں تو ان کی محبتوں کے گلاب
زباں پہ نام محمد سجا گیا کوئی[۵]

سیدہ پروین زینب سروری کا دوسرا مجموعہ کلام 'حریم نور' ہے جو بھی اسلام کی محبت سے سرشار ہے۔ اس کے موضوعاتِ سخن میں رحمتِ ربّ دوجہاں تم ہو، خواب آنکھوں میں ترے شام وسحر رہتے ہیں، چلو مصطفیٰ کا نگر دیکھتے ہیں، زمیں کے گُل، فلک کا ہر ستارا مصطفیٰ ہے، وہ دار مصطفیٰ کی مسحُور کُن فضائیں، ہے مری بقا کا ضامن، ترا اسم، جانِ عالَم، ہے کنز کرم یہ ترا آستانہ، قلب وصورتِ خورشید ہوا کرتے ہیں، علاج بھی ہے نرالا، شفا نرالی ہے، جائیں نہ در پہ قلب کی تطہیر کے بغیر، نور سے معمور ہے روضہ مرے سرکار کا، طیبہ نگر کا مجھ کو ہو دیدار یانبی! دل پر لکھی ہوئی ہے طلبگار کی طلب، نہایت حسیں تذکرہ کر رہا ہوں، ایک خوشبو ہے کہیں دور کے ویرانے تک، تو حبیبِ کبریا ہے، تو کمالِ بندگی ہے، چومتے جائیں گے نقشِ پا، رسول اللہ کا، تمہاری آرزو کرتے رہیں شام وسحر آقا! اور اُن کی حدیث ہے کہ ضیا آفتاب کی شامل ہیں۔

"حریمِ نور" کا پیش لفظ فقیر عبد الحمید کامل سروری قادری نے لکھا ہے، جب کہ مقدمہ "کلامِ زینب نعت کے آئینے میں" کے عنوان سے فقیر ڈاکٹر جاوید احمد سروری قادری نے لکھا ہے۔ نامور لکھاری رشید ساقی صاحب نے مجموعہء کلام "حریمِ نور" کے بارے میں "حریمِ نور میری نظر میں" کے عنوان سے اپنا تبصرہ لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "اس مجموعے کی ابتداء میں نو حمدیں اور پھر نعتیں ہیں۔ محترمہ نے حمد ونعت کی جو ترتیب قائم رکھی ہے اس سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ اس مصرعے "بعد از خُدا بزرگ توئی قصہ مختصر" پر کامل یقین رکھتی ہیں۔ خُدا کے بعد رسول مکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کا بیان ہمارے عقیدے کی بنیاد ہے۔۔۔ زینبؔ سروری نے اپنی حمدوں میں خالقِ حقیقی کی خوبیاں جس خلوص اور شاعرانہ پختگی کے ساتھ بیان کی ہیں، کوئی بھی پڑھنے والا ان کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سیدہ پروین زینب کی حمد ہمیں خُدا تعالیٰ کی تمام صفات کو جاننے میں بڑی مدد دیتی ہیں۔"(۲)

سیدہ پروین زینب سروری کی مذہبی شاعری کی فکری وفنی جہات کا مطالعہ' بتاتا ہے کہ اُنہوں نے دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کی حمد گوئی کی ہے اور حُبِ رسول ﷺ کو بیان کیا ہے۔ ان کی شاعری دل کو لبھاتی ہے۔ انسانی دھیان خالصتًا اللہ تعالیٰ اور اُس کے پاک پیغمبر کی شان وشوکت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اپنی شاعری

میں انسانیت کی اصلاح کرتے ہوئے سیدہ پروین زینب سروری نے ذہن سازی کی پوری پوری کوشش کی ہے کہ اسلام کی حقانیت کو سمجھنے کے لئے حضور اکرم ﷺ کی شخصیتِ مبارکہ کا مطالعہ لازمی ہے۔

۲۔ بیانِ مسئلہ

برصغیر پاک وہند میں حمدیہ اور نعتیہ کلام نے دلوں کو پاک کرنے کا کام کیا ہے۔ کفر کافی حد تک کمزور اور رسوا ہوا ہے جب کہ حق پاک مقبول و منظور ہوا ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری کی مذہبی شاعری بھی اسی سلسلے کی کڑی، انتہائی اثر دار، قلوب گرما دینے والی ہے۔ اس مقالہ کے اندر ان کی مذہبی شاعری کو فکری اور فنی لحاظ سے جانچنے پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس سلسلے میں مختلف کُتب، سماجی شخصیات کو بھی ملحوظِ خاطر لیا گیا ہے۔

۳۔ مقاصد تحقیق

ہر تحقیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد سیدہ پروین زینب سروری کے کلام کی فکری جہات اور ان کی منتخب کتب کا فنی و فکری جہات کا مطالعہ ہے۔

۴۔ تحقیقی سوالات

سیدہ پروین زینب سروری کے کلام کی فکری جہات، مذہبی شاعری کی انفرادیت، حمد، نعت، مناجات اور منقبت کے معنی مفہوم کو سمجھنے، نئے محققین کو سمجھانے اور اُن کے لئے آسانیاں پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں اس مقالے کے اندر کئی سوالات کا حل تلاش کرنے کے جتن کئے گئے ہیں۔ تحقیق کے مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل تحقیقی سوالات کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا:

الف۔ سیدہ پروین زینب سروری کے کلام کی فکری جہات کیا ہیں؟

ب۔ سیدہ پروین زینب سروری کے کلام کی فنی جہات کیا ہیں؟

ج۔ سیدہ پروین زینب سروری کی مذہبی شاعری کی انفرادیت کیا ہے؟

۵۔ نظری دائرہ کار

مذہبی شاعری نے ہمیشہ انسان کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف راغب کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ انسانی معاشرہ کے اندر ایسے لوگوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے کہ جس نے خالص مذہبی شاعری کو سُننے، سمجھنے اور پڑھنے کے بعد اپنے آپ کو حلقۂ اسلام میں شامل کیا۔ مختلف شاعروں کی شاعری کے توسط سے مسلمان بننے والے کئی صدیوں سے وابستہ شعرائے کرام سے کسی نہ کسی طریقے سے جُڑے ہوئے ہیں، کہیں عقیدت تو کہیں شاعری سے سے نسبت رکھتے ہیں۔ شاعری وہ چیز ہے جو مختصر الفاظ اور مختصر وقت کے اندر بڑا کام کر دکھاتی ہے۔ لوگوں کا یہ مزاج رہا ہے کہ بڑی بڑی ضخیم کتب پڑھنے کے بجائے چند اشعار سے استفادہ کیا جائے۔ چند الفاظ انسان کی سوچ ہی بدل ڈال دیتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ شاعری ماچس کی ایک چھوٹی سی تیلی سے بڑی آگ لگا دیتی ہے یا ایک ایندھن کے طور پر کام آتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۶۔ تحقیقی طریقہ کار

یہ ایک دستاویزی تحقیق ہے اس لیے سیدہ پروین زینب سروری کی مذہبی شاعری کی فکری و فنی جہات کا مطالعہ کرنے کے لیے ان کی کتب "تسبیحِ نور" اور "حریمِ نور" کو بنیادی حیثیت دی گئی۔ کتب تک رسائی کے لیے مختلف جامعات کے کتب خانوں کے علاوہ انٹرنیٹ اور دیگر ذرائع سے حسبِ ضرورت فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اخبارات اور رسائل میں چھپنے والے متعلقہ تنقیدی مضامین کو بھی شامل مطالعہ کیا گیا ہے۔

۷۔ مجوزہ موضوع پر ماقبل تحقیق

سیدہ پروین زینبؔ سروری کی ادبی شخصیت نئی ہے تاہم اُن کی شاعری کا مطالعہ کرنے سے یہ رائے قائم ہوتی ہے کہ اُن پر کئی عرصہ قبل اس قسم کی تحقیق و تنقید ہونی چاہیئے تھی مگر بدقسمتی ہے کہ ادب کے دیگر ستاروں کی طرح سیدہ پروین زینبؔ سروری پر بھی پہلے کوئی قابلِ ذکر تحقیق ہو نہیں پائی۔ ابھی تک کی معلومات کے مطابق ان دونوں کتب پر ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر کوئی تحقیقی کام نہیں کیا گیا ہے۔ یہ کام بالکل نیا، زیادہ محنت اور تحقیق طلب ہے جس کو پایۂ تکمیل پہنچانے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔

۸۔ تحدید

اس تحقیق کی حدود سیدہ پروین زینب سروری کی دو کتب "تسبیحِ نور" اور "تحریمِ نور" کے فکری اور فنی مطالعے تک محدود ہوں گی۔

۹۔ پس منظری مطالعہ

اُردو ادب کے اندر مذہبی شاعری تبلیغ کا درجہ رکھتی ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری کا کلام بھی اس سلسلے میں اہمیت کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی ادبی اور شاعرانہ شخصیت پر مختلف اوقات میں کچھ مضامین بھی لکھے گئے ہیں اور کئی ادبی شخصیات نے ان پر اپنے تاثرات بھی قلم بند کئے ہیں کہ جن سے اُن کا ادبی قد کاٹھ معلوم ہوتا ہے بلکہ اُن کی مذہبی شاعری خود ہی محققین کو دعوت دیتی نظر آرہی ہے۔

۱۰۔ تحقیق کی اہمیت

مذہبی شاعری ہمیشہ ہر سماج کا اٹوٹ انگ رہی ہے۔ بالخصوص انسانی معاشرت کے اندر حمدیہ اور نعتیہ کلام ایک مہم یا تحریک کا درجہ رکھتے ہیں اور ان کی افادیت واہمیت دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سیدہ پروین زینؔب سروری کو مقبولِ عام شاعرہ بنانے کی ضرورت ہے۔ موجودہ دور میں نشریاتی ادب ایک اینڈ حسن کے طور پر کام آرہا ہے۔ ایسے حالات میں ٹی وی، ریڈیو اور انٹرنیٹ سے استفادہ کرنا پڑے گا۔ سیّدہ پروین زینؔب سروری کی شاعری قابلِ قدر ورشک ہے جس کو عام آدمی تک پہنچانے کی ضرورت ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہوسکیں، نئے شعرا بھی آگے آسکیں اور سیدہ پروین زینب سروری کی شخصیت کا مذہبی پہلو اُجاگر ہوسکے۔

ب۔ اردو میں مذہبی شاعری کی روایت کا جائزہ

اردو ادب کی گود مذہبی شاعری سے بھری ہوئی ہے۔ اُردو زبان کا شاید ہی کوئی ایسا مجموعہ ٔ کلام ہوگا جس کے اندر مذہبی شاعری نہ کی گئی ہو۔ قریباًہر شاعرانہ کتاب کی شروعات حمد وثناء کے ابیات سے ہوتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو زیادہ نہیں ہوگا کہ اُردو ادب کی ابتداء ہی مذہبی شاعری سے ہوئی ہے۔ نامور محقق فراغ روہوی لکھتے ہیں:

> "اللہ کی تعریف حمد کہلاتی ہے۔ قرآنِ حکیم کی پہلی آیت 'الحمد للہ رب العالَمین' میں لفظ حمد اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ الگ الگ شعبہ حیات میں الگ الگ طریقے سے اس ذاتِ وحدہٗ لاشریک کی حمد بیاں کی جاتی ہے۔ پھولوں کی مہک ہو یا بجلی کی کڑک، دریا کی روانی ہو یا صحرا کی بچھی ہوئی چادر، ذرّوں کی چمک ہو یا پہاڑوں کا غرور، دھوپ کی تپش ہو یا شجر سایہ دار، چڑیوں کی چہکار ہو یا موسموں کی للکار، الغرض لفظِ کن کی تفسیر میں آنے والی ہر شے اپنے ربّ کی حمد سے عبارت ہے۔"[۷]

قرآنِ کریم کی سورۃ لُقمان کے اندر شرک کو عظیم ظلم قرار دیا گیا ہے اور مشرک کے لئے معافی کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ شعرائے گرامی نے شرک سے بچنے کے لئے توحید کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔ حمد یہ عبارتیں شرکیہ زندگی سے بچنے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہیں بہ شرط یہ کہ مصنف کا توحید کا گہرا مطالعہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے گُن کائنات کی تمام مخلوقات گاتی ہیں اور پھر انسان تو اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے حمد گوئی کو اپنے فرائض جانتا ہے۔ شعرائے کرام نے بھی اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو سراہنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ فراغ روہوی لکھتے ہیں:

> "شعراء نے بھی ربّ کی ودیعت کردہ ہنر مندی کے ذریعہ حمد کے کینوس کو وسیع کرنا فرضِ عین سمجھا اور اس طرح شاعری کے حوالے سے صنفِ حمد ظہور میں آئی۔ حمد کی تخلیق حیوانِ ناطق کے جذبات و احساسات کی آئینہ دار ہے۔ جہاں تمام خطۂ زمین پر مالکِ حقیقی کی عبادت کے نشانات ملتے ہیں وہیں ہر زباں و ادب میں کسی نہ کسی شکل کے ذریعہ اس کی بے پناہ قوتوں کے آگے سر نیاز خم ہوتے نظر آتے ہیں، لیکن جس طرح عالَمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صیہونی اور عیسائی سازشیں اپنا جال بچھاتی رہی ہیں، اس نے ہمیں وحدانیت کے گن گانے سے قابلِ ذکر حد تک دور کر دیا۔"[۸]

حمد یہ کلام میں وزن بحر کی اہمیت رہی ہے۔ قافیہ اور ردیف جیسے اصول کلامِ حمد کو زیادہ روح پرور بنا دیتے ہیں۔ حمد میں قافیہ اور ردیف کی اہمیت کے بارے میں فراغ روہوی لکھتے ہیں:

"حمد کی صنف میں دیکھئے توغزل کی صنف سے زیادہ بلاغت ہے۔ تغزل توحمد کا حصہ بھی ہے اوروصفِ خاص بھی ہے۔ اس لئے کے غزل کی دنیامیں محبوب کومبالغے کے ساتھ صنم یاخُدا ابنانا پڑتا ہے لیکن حمد کاموضوع ہی جمالیات کا منبع ہے۔ وہی توحسنِ ازل ہے تواس کے حسن کے بیان اوراس کی صفات کے اظہارمیں تغزل نہ آئے توکیا آئے۔ شاعر کے سامنے توجمالیات کاایک پر نور سمندررواں ہے۔ اب اس کے فکروفن کے دامن پر منحصر ہے کہ وہ اپنے دامن میں کتنا بھرلیتاہے۔ البتہ عقیدے کی شاعری مرکزی خیالات میں یکسانیت اور ٹکراؤ ناگزیر ہے۔ ایسی شاعری میں بڑی شاعری کی تلاش کی بجائے افکار، احساسات، جذبات ووجدان، پیرایہءاظہاراور نئے اسالیب کی دریافت کی جائے۔"[۹]

اللہ تعالیٰ کی شان وشوکت کا بیان ہر وقت، ہر ذہن پرلازم وملزوم ہے۔ حمد کے لئے ضروری ہے کہ خوب صورت، دل فریب، دلربا، دیدہ زیب اور سماعتوں کو سکون بخشنے والے الفاظ کا چناؤ کیاجائے۔ نرم گوئی، الفاظ کے اندر چاشنی نہ ہو تواعداد کے اعتبار سے بہت سے حمدیہ اشعار لکھے جائیں پھر بھی وہ قبُولیت کادرجہ نہیں رکھتے اور سُننے والے سُنیں گے نہیں، پڑھنے والے پڑھنے سے قاصر رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ دنیاکی اکیلی ہستی ہے کہ جس کی بندگی پوری انسانیت پر فرض ہے۔ اس کی حمدوثناء بیٹھے ہوئے، سوئے ہوئے، کھڑے یاکسی بھی حال میں کرناواجب بھی ہے تودل کو سکون بھی میسر آتاہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی بیانی میں کوئی تھکن محسوس نہیں ہوتی اورنہ ہی یہ کام کوئی دشوار ہے۔ بس فقط اندر دھویاپویاہوناچاہئے۔ دلوں پر میل کچیل نہ ہو۔ صاف گوئی کی عادت ہو، حق کی روشنی سے بھراہواہو۔

حمدیہ کلام پرہر آئے دن نت نئے طریقے سے تحقیق وتنقیداور طبع آزمائی ہورہی ہے۔ اردوادب کے اندر حمد کی اہمیت پر ضخیم کتب اور جرائد شائع ہوتے رہتے ہیں اور نشریاتی اداروں پر بھی تحقیقی پروگرامز نشر کئے جاتے رہتے ہیں۔ بڑے بڑے لکھاری اپنی قیمتی آراءسے عوام الناس کو نوازتے رہتے ہیں۔ منظر نقوی لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالے سے ادبی طبقے میں نظریات کا تصادم نظر آتاہے۔ دائیں بازواوربائیں بازو کی تقسیم، الحادی اور توحیدی افکار، چراغِ مصطفویٰ بہ مقابلہ شرار بولہبی ادب کے محبوب نظریات رہے ہیں۔ دہریہ طبقہ نے اللہ تعالیٰ کی ذات کاانکار کرتے ہوئے مذہبی طبقہ کی ریشہ دوانیوں کوبڑھاچڑھاکربیان کیااوریوں اچھے بھلے لوگ اس فکر سے

> متاثر ہو کر ملحد ہوئے۔ اردو ادب کی تاریخ میں یہ رویہ بہت پرانا ہے جس کی بازگشت آج تک سنائی دیتی ہے۔ اِس دور میں بھی ادیبوں کی کثیر تعداد ملحد ہے، مذہب کا مذاق اُڑاتی ہے، توحید کے خلاف سیکڑوں دلائل پوٹلی میں اُٹھائے پھرتی ہے جب کہ اس کے مقابل دائیں بازو کے امین توحیدی افکار کو باضابطہ طور پر اپنانے سے گریزاں ہیں۔ اسلامی اور پاکستانی ادیبوں کو قدر اعلیٰ تعین کرنا ہو گا اور ادب محض ادب کے نظریے میں اپنے بنیادی عقیدہ (توحید) کو جگہ دینی ہو گی۔ 'ادب کا کوئی مذہب نہیں' کہنا میرے خیال میں بے پر کی اُڑانا ہے۔ کوئی وجود بے نظریہ نہیں لہٰذا ہمیں چودہ سو سال پہلے اپنے نبی اکرم ﷺ کے دیے ہوئے نظریہ توحید اور اس بنیاد پر کھڑے ہوئی عمارت کو سنبھالا دینا ہو گا۔"[۱۰]

اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف کے لئے جن اور انس کا انتخاب کیا حالاں کہ اس کی حمد اور کبریائی بیان کرنے کے لئے ملائکہ بھی موجود تھے اور ہیں جو کہ رَتی برابر بھی تکبر نہیں کیا کرتے۔ منظر نقوی حمد کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے ساتھ حمد کا ذکر کیا ہے اور دنیا اور آخرت میں صرف اُسی کے لئے حمد، الہ ہونا صرف اللہ کا۔ یہ تمام انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان بلکہ احسانِ عظیم ہے۔ یہ صفت ربوبیت تمام انسانوں کو انسانوں کی بندگی، محتاجی اور غلامی سے نکالنے والی اور صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے سر نیاز تسلیم کروانے والی ہے۔"[۱۱]

قرآنِ کریم کا مطالعہ کیا جائے تو سورۃ اخلاص حمد باری تعالیٰ کی عظیم ترین مثال ہے۔ یہ حمد نہ صرف اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی وصف بھی بیان کرتی ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اُس کا کوئی رشتہ دار، بیٹا بیٹی، نہیں ہے۔ وہ اکیلا اور یگانا ہے۔ اس کا کوئی متبادل نہیں ہے۔ منظر نقوی اللہ کی حمد و ثنا کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "سورۃ اخلاص کو حدیث میں ایک تہائی قرآن قرار دیا گیا۔ یہاں ایک نہایت اہم بات بھی واضح کر دی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے توحید اور اپنے نبی مکرم ﷺ کے لئے رسالت کے تسلیم کرنے کا مطالبہ تو کیا ہے لیکن کہیں بھی 'محبت' طلب نہیں کی۔ اس لیے کہ توحید اور رسالت کے بغیر محبت بے معنی ہے۔ ایک انسان اللہ تعالیٰ کی بہت حمد کرے لیکن دوسروں کو بھی حمد میں

شریک کرے، نبی مکرم ﷺ کی محمد بن عبداللہ ہونے کی حیثیت سے بہت تعریف کرے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا اقرار نہ کرے تو ایسی حمد و نعت غیر مقبول ہے۔ چناں چہ ایمان کالازمی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کی جائے اور نبی کریم ﷺ کو اپنی جان و مال سے زیادہ عزیز سمجھا جائے۔ ایمان کے بغیر تمام دعاوی محبت قبول نہیں۔"(۱۲)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کے اندر جس طرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعریف بیان کی ہے ایسا حق ادا کرنا کسی بندے کے بس کی بات نہیں ہے۔ اگر قرآنِ کریم کی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر چھپن کو دنیا کی سب سے عظیم نعت کہا جائے تو کوئی عار نہیں ہو گا۔ قرآنِ کریم میں آتا ہے:

"بے شک مولائے کائنات اور اُس کے ملائکانِ مکرم پیغمبر پاک ﷺ پر رحمتیں بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! آپ بھی اُن پر درود و سلام بھیجا کرو۔"(۱۳)

اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ نعتیہ کلام کے بغیر اردو ادب کسی کام کا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو ادب کے اندر نعت خوانی، نعت گوئی ابتداء سے آج تک ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی طرح ہو رہی ہے اور اس کے اندر ذرّا برابر بھی وقفہ نظر نہیں آتا۔ مجید ریاض لکھتے ہیں:

"اگر آج کی نعت کا بہت اختصار سے دو جملوں میں خلاصہ بیان کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ نعت کا مرکزی اور بڑا دھارا 'معمول' کی نعت نگاری پر مشتمل ہے البتہ جو غزل کے پُختہ کار، جدّت نیار اور ندرت طبع نعت نگار ہیں اُن کی نعت فکری اور فنی طور پر تازہ کاری عکاس ہے۔ آج کے شعر و ادب کی مجموعی صورتِ حال بھی ایسی ہے۔ اصناف کی ناول، افسانہ، غزل، نظم اور دوسری نعتِ رسُول ﷺ کی صنف کا بڑا حصہ بھی ایک تاریخ ساز پیش رفت کے باوجود تشکیلی مرحلے میں ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ آج کی نعت قریب قریب ۹۷،۹۸ فی صد غزل کی صنف میں پھر رہی ہے۔"(۱۴)

محققین بڑی ہی باریک بینی سے نعت گوئی کے سلسلے کا چھید کرتے ہیں جس سے کئی سوالات حل ہو جاتے ہیں۔ مجید ریاض لکھتے ہیں:

"اسلامی تہذیب و معاشرت اور علوم و شعائر سے وابستگان نے پیغمبر اسلام حضرت محمدّ ﷺ کے اسمائے مبارکہ کو بھی عقیدت و محبت سے جمع کیا اور انہیں اپنے اذکار کا معمول بنایا ہے۔

اسمِ 'محمد' کا مادۂ اشتقاق بہ قول امام سہیلی رحمتہ اللہ علیہ درجِ ذیل ہے: یہ اسمِ صفت سے منقول ہے۔ نعت میں محمد اُس کو کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے کیوں کہ مُفَعَّل کے وزن میں اس فعل کا تکرار مقصود ہوتا ہے۔ مَضَرَّب اور مُمَدَّح کا وزن بھی مُفَعَّل ہی ہے۔ ان کے معنی میں بھی تکرار ہے۔ اسم 'احمد' کے مادۂ اشتقاق کے بارے میں ہے کہ آپ ﷺ کا اسمِ گرامی احمد بھی ہے۔ یہ وہ بابرکت نام ہے جسے حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے موسوم کیا گیا۔ یہ بھی صفت ہے۔"(۱۵)

نعت ایک عظیم ترین صنفِ سُخن ہے جس کے کئی رنگ ڈھنگ اور پہلو ہیں اور ہر شاعر نے اپنے نقطہ نظر سے نعتیہ کلام لکھے ہیں۔ مجید ریاض لکھتے ہیں:

"نعت گوئی کا ایک اسلوب عشقیہ انداز نعت سے عبارت ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ کی محبت کے والہانہ تجربات وواردات کا جذبہ غالب رہتا ہے نعت کا یہ انداز جذب وشوق اور کیف ومستی کے بیان سے عبارت ہے۔ مقصدی انداز نعت میں دینِ اسلام کی سربلندی اور تبلیغ واشاعت کو آپ کی مدح اور سیرت سے آمیز کر کے بیان کیا جاتا ہے"(۱۶)

نعتیہ کلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی آبادکاری دن بہ دن بڑھتی رہتی ہے۔ اس میں دنیا کے اسلام دشمن حالات کا بھی بڑا کردار رہا ہے۔ اسلام دشمنوں کے ابتر اعمال اور ارادوں کو خاک میں ملانے، اُن کو ادیبانہ اور اخلاقانہ جواب دینے اور پیغمبر اسلام کی عظمت کو مختصر الفاظ میں مؤثر طریقے سے بیان کرنے کے سلسلے میں نعتیہ کلام ایک ہتھیار کے طور پر بھی استعمال کیا جارہا ہے۔ امامِ کائنات آقائے دوجہاں کی عظمت تو یہ ہے کہ بے جان چیزیں بھی اُن سے اُنسیت کا ثبُوت بنی ہوئی ہیں۔ سیدہ زینب پروین سروری لکھتی ہیں:

عرش بھی گنبدِ خضریٰ کے ہے بوسے لیتا
آسماں کو بھی درِ شاہ پہ جھکتا دیکھا(۱۷)

کسی زبان کی شاعری کا مطالعہ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ پہلے اس زبان کے تہذیبی اور ثقافتی پس منظر کا جائزہ لیا جائے۔ یہ جائزہ دو سطحوں پر سامنے آتا ہے۔ پہلی سطح جغرافیائی تاریخ ہے۔ اس میں وہاں کے اصل باشندوں اور باہر سے آکر بسنے والے قبائل کی باہمی آویزش سے زبان ایک خاص رنگ مستعار لیتی ہے۔ دوسری

سطح میں داخلی اور تہذیبی امتزاج کو اجاگر کرتی ہے ان دونوں سطحوں کے امتزاج سے ہی کسی ملک کا تہذیبی و ثقافتی پس منظر مرتب ہوتا ہے جو اس کی زبان اور شاعری پر بھی گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اردو شاعری میں یہ دونوں سطحیں موجود ہیں۔ تو ان دونوں سطحوں کے مطالعہ کے بغیر اردو شاعری کا مطالعہ ممکن نہیں ہے۔ اردو شاعری کے مزاج میں ہمیشہ علاقائی اور مذہبی رنگ نظر آتا ہے، اور مسلکی طور پر بھی شاعری لکھنو، دکن اور دیگر مقامات میں اپنے ایک الگ رنگ میں نظر آتی ہے۔ مصنف نے اس کتاب کو دو بنیادی عنوانات کے تحت پیش کیا ہے اول اردو شاعری کا پس منظر اس میں ثنویت کے چند روپ، ین اور یانگ اور دو تہذیبوں کی آویزش ہے۔ دوم اردو شاعری کا مزاج اس میں اردو گیت، اردو غزل اور اردو نظم کے مزاج پر گفتگو ہے۔

ج۔ سیدہ پروین زینب سروری کا تعارف

ا۔ سوانح

آپ کا اصل نام "پروین اختر" ہے جب کہ ادبی اور قلمی دنیا میں آپ سیدہ پروین زینب سروری کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام عبد الحمید (مرحوم) المعروف فقیر عبد الحمید کامل سروری قادری ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری ۱۰ دسمبر ۱۹۴۹ء کو اُس وقت کے صوبہ سرحد جب کہ آج کل کے صوبہ خیبر پختون خواہ کے ضلع ڈیرا اسماعیل خان کے چھوٹے سے علاقے کلاچی میں پیدا ہوئیں۔ انہوں نے اردو میں مہارت اور ادیب فاضل کی اسناد بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن پشاور سے بالترتیب ۱۹۶۲ء اور ۱۹۶۵ء میں حاصل کیں۔ سیدہ پروین زینب سروری کی شادی ملک کے معروف ترین قانون دان جسٹس ریٹائرڈ عبد الکریم کنڈی مرحوم سے ہوئی جو کہ پشاور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے سینئر ترین ایڈووکیٹ تھے۔ سیدہ پروین زینب سروری قادری کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیوں یقیٰ خانم اور طوبیٰ خانم سے نوازا۔ ایک بیٹی کی شادی اقتصادی تعاون تنظیم کے سابق جنرل سیکریٹری اور آسٹریا میں پاکستان کے سابق سفیر محترم خوشید انور سے ہوئی۔

۲۔ خاندانی تعارف

ان کا تعلق گنڈہ پور قبیلہ سادات سے ہے۔ دادا سید فقیر نور محمد سروری صوفی اور مصنف تھے۔ آپ کی مشہور تصنیف "عرفان" ہے اور والد سید فقیر عبد الحمید سروری اللہ کے ولی اور اردو اور پشتو زبان کے منجھے ہوئے

شاعر تھے۔ یہ دونوں بزرگ ہستیاں اپنے وقت کے نامی گرامی اولیائے کرام میں شمار ہوتی تھیں اور نعتیہ اور عارفانہ کلام لکھنے میں بھی باکمال تھیں۔

۳۔ نعت گوئی کا سفر

ان کے گھر کا ماحول بڑا روحانی، دینی اور اسلامی اقدار والا تھا اللہ کے ولیوں کی گود میں آنکھ کھولی تھی روحانیت سے سرشار والدین نے تربیت کی - دورانِ تعلیم پرائمری سکول سے ہی میلاد پر نعتیہ کلام پڑھے۔۔ پہلا نعتیہ کلام بارہ سال کی عمر میں لکھا۔ شادی کے بعد اخبار جہاں کے لیے سنجیدہ غزلیں لکھیں لیکن والد صاحب کی ناپسندیدگی کی وجہ سے غزل لکھنا چھوڑ دیا- پھر اولاد کی ذمہ داریوں سے فرصت کے بعد ۲۰۱۴ء میں باقاعدہ حمد و نعت لکھنے کی طرف میلان ہوا جو کہ اب تک جاری ہے۔ شاعری میں ابتدائی رہنمائی والد محترم نے کی۔ ان کے بعد بھائی ڈاکٹر فقیر جاوید احمد نے ہر طرح سے رہنمائی فرمائی۔ پردے کی وجہ سے کسی مشاعرے میں ذاتی طور پہ شرکت نہیں کی مگر آن لائن بہت سے مشاعروں میں شرکت کی ہے۔ اور بہت سے نعت گو شعراء کے کلاموں کی اصلاح بھی کی ہے۔

اردو ادب کے اندر مذہبی شاعری نے ہمیشہ نفرت کی آگ بجھانے کا کام سرانجام دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدہ پروین زینب سروری کی شاعری کو اصلاحِ انسانیت کا ذریعہ کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی۔ اُن کی حمدیہ فکر اور فن سے انسان کا جذبہ اسلام بڑھ جاتا ہے، جب کہ نعتیہ کلام پڑھنے یا سُننے سے ایسے لگتا ہے کہ جیسے امامِ کائنات حضرت محمد مُصطفیٰ احمد مُجتبیٰ ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت سی ہو رہی ہو۔ جس طرح دیگر شعرائے کرام نے اپنی شاعری کے اندر اہلِ بیت سے عقیدت واُنسیت کا اظہار کیا ہے، اسی طرح سیدہ پروین زینب سروری نے بھی اپنے مذہبی کلام میں اظہار کیا ہے۔

۴۔ ادبی آثار / تصانیف

اگر ادبی تاریخ کے اوراق تھوڑے سے ہی پلٹائے جائیں تو پتا چلتا ہے کہ گزشتہ تین پُشتوں سے سیدہ پروین زینب سروری کے آباؤ اجداد میں ادیب، شاعر اور لکھاری ملتے ہیں۔ یہ کنبہ سروریہ قادریہ سلسلے سے جُڑا ہوا ہے جس کی تصوّف کے میدان میں نمایاں خدمات رہی ہیں۔ انگریز دور کی بات ہے کہ سیدہ پروین زینب سروری

کے داداجان فقیر نور محمد سروری قادری کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے دوحصوں پر مبنی ایک ضخیم کتاب 'عرفان' کے نام سے لکھی۔ اسی کتاب کو تصوّف اور معرفت کے سلسلے میں ایک سند کا درجہ حاصل ہے۔

فقیر نور محمد سروری قادری عِلمِ روحانیہ حاصل کرنے کے لئے برصغیر پاک وہند کے مشہور شاعر حضرت سُلطان باہوؒ کے مُرید بنے۔ فقیر نور محمد سروری قادری کو یہ اعزاز بھی حاصل رہاہے کہ انہوں نے حضرت سُلطان باہو کی پنجابی سہ حرفی پر تحقیق کی اوراس کو ترتیب دیا۔ اس ضخیم کتاب "انوار سُلطانی" کو آسان اردوزبان میں تشریح کے ساتھ شایع کروایا۔ سیدہ پروین زینب سروری کی مادری زبان پشتوہے جب کہ اُن کے والد فقیر عبدالحمید کامل سروری قادری اور چچاغلام سرور طاہر کلاچوی نے اردو کے ساتھ پشتوزبان میں بھی نمایاں ادبی خدمات سرانجام دیں۔ طاہر کلاچوی پشتوزبان میں بہت ہی مقبول ادیب ہیں۔ اُن کا کلام پشتو نصاب میں پڑھایا بھی جاتاہے۔ سیدہ پروین زینب سروری کے بھائی ڈاکٹر جاوید احمد سروری قادری بچوں کے مشہور طبیب ہیں اوران کی خدمات امریکا جیسے ترقی یافتہ ملک میں لی جارہی ہیں۔ ڈاکٹر جاوید احمد نے روحانیت اور تصوّف کے پھیلاؤ کے سلسلے میں اپنا حصہ ڈالتے ہوئے 'جلوہ گاہ'، 'داتا باہو'، 'عشق عبادت' اور دوسری کتابیں لکھی ہیں۔

سیدہ پروین زینب سروری کا خاندان پیری مُریدی کے ایک بڑے سلسلے کا حصہ رہاہے۔ سروری قادری خانقاہ کلاچی میں واقع ہے جسے 'نوری دربار' سے پُکاراجاتاہے جس سے عقیدت، اُنسیت اوراَقربیت رکھنے والے پاکستان کے ساتھ ساتھ جنوبی افریقہ اوردنیاکے دیگر ممالک میں بھی شامل ہیں۔ سیدہ پروین زینب سروری نے بھی اپنی وراثت کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے مذہبی شاعری کو اپنی پہلی اورآخری ترجیح میں رکھاہے۔ سیدہ پروین زینب سروری نے تین کتب "تسبیحِ نور"، "حریمِ نور" اور "قندیلِ نور" لکھیں اور یہ تینوں ہی کتابیں شاعری پر مشتمل ہیں۔ 'تسبیحِ نور' میں حمدیہ، نعتیہ کلام، منقبات، مناجات اورغزلیں شامل ہیں۔ "تسبیحِ نور" کے موضوعاتِ سخن میں مثالِ شمع فروزاں ہے، مصطفیٰ کی حدیث، نہ جواب ہے نہ مثال ہے، میرے حضور پاک کی ہر بات کو سلام، نگاہِ لطف تیری کیاسے کیاکردے، مدحت وتوصیف ہو کیسی بیاں، ماہِ کامل ہے تمہاراعارضِ روئے حسیں، وہ الفت وہ سوز جگر مانگتے ہیں، بزمِ کونین کی ابتداء آپ ہیں، تیری آستاں پہ میری جبیں ہے، جمالِ کبریا، اجمل تیرے جلوے جمالی ہیں، ٹوٹنے مٹی کے پیمانے لگے، اُفق کے پار چلیں بے طلب گزارتے ہیں، توڑ دی اُس نے وہ زنجیر ہی دلداری کی، ایسے مجنوں بھی ہیں رہتے ہیں جو فرزانوں میں، کبھی آپ اپنی چیزوں کی نگہبانی بھی

کرتے ہیں، کسی کی جور وجفا سے سنوَر گیا کوئی، کوئی امتحاں کے سوالوں میں ہے، تیری گفتار سے غم دور ہوں سارے بابا، ہے آستانۂ نوری پہ نور کی بارش، کلاچی نور کے ہالے، تجھے مبارک ہوں، ازل سے فیصلہ رب کاسنایا جاتا ہے، سنگینوں کے سائے میں ہی ہوں اسیر ذات، نہ وہم و گماں اور دیگر شامل ہیں۔ یہ کتاب مکتبہ جدید لاہور نے ۲۰۱۵ء میں شائع کی، جو ۳۷۶ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

"حریمِ نور" میں حمدیہ اور نعتیہ شاعری شامل کی گئی ہے۔ یہ کتاب ۳۴۰ صفحات پر مبنی ہے جسے ۲۰۱۸ء میں مکتبہء جدید لاہور نے شایع کیا۔ سیدہ پروین زینب سروری کا حمدیہ اور نعتیہ مجموعہ "قندیلِ نور" ۳۶۳ صفحات پر مشتمل ہے جو کہ مکتبہء جدید لاہور کی جانب سے ۲۰۲۰ء میں شائع کیا گیا۔ سیدہ پروین زینب سروری کی شاعری اور شاعرانہ شخصیت پر مختلف ادیبوں، شاعروں نے مضامین، کالم، تاثرات وغیرہ لکھے ہیں۔ محمد شکور لکھتے ہیں:

> "یہ شاعری نہیں یہ مدح رسول کا عجیب انداز ہے یہ الفاظ نہیں یہ نصاب عشق ہے۔ یہ پند ونصائح نہیں محبت کا سبق ہے. وہ ہدایت ہے جو حیات ابدی کا خوبصورت راستہ ہے جو روح کی بالیدگی کی ضمانت ہے جو دل کی پاکیزگی کی گارنٹی ہے جو نفس کی طہارت کا لازمی نسخہ ہے۔ جو زندگی کے لیے روشنی ہے۔ جو مشام جاں کے لیے خوشبو ہے جو حیات کے تاریک، سیاہ گوشوں کے لیے نہ ختم ہونے والا اجالا ہے۔ یہ وہ اطمینان ہے جس کے لیے انسانیت ازل سے متلاشی ہے اور یہ وہ سکون ہے جسے پانے کے بعد کوی تمنا اور آرزو باقی نہیں رہتی۔ سب کچھ مل ہو جاتا ہے کہ یہی مقصود حیات ہے یہی حاصل زندگی ہے۔ آفریں ہے ان الفاظ کے راقم پر جن کی سادگی جذبۂ آفرینی اور کمال فن نے قارئین کے قلوب پر انتہا کا اثر رقم فرمایا ہے۔ آج عالم میں ان جیسا مدح خوان رسول خال خال ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ جذبات کی سچائی، الفاظ کی روانی اور عشق رسول میں ڈوبے ہوئے پر اثر احساسات نے اس شاعری کو وہ رنگ دیا ہے جس کی مثال عصر حاضر میں کم کم ہی اور اگر سچ کہا جائے تو نہیں ملتی۔ یہ عطائے خاص ہے۔ اللہ کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی خصوصی عنایت ہے کہ آپ کو اس کار خاص کے لیے منتخب کیا گیا۔ پھر آپ کے کے ہمراہ روحانیت کا عظیم اور بے بہا ورثہ ہے جو ایک انمول اثاثہ اور جو چنے ہوئے اشخاص کا ہی مقسوم ہوا کرتا ہے۔ اللہ کریم آپ کو مزید توفیق سے نوازے اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین"۔ [۱۸]

۲۰۱۹ءمیں مجموعہ نعت "حریمِ نور" پر وزارتِ مذہبی امور کی طرف سے "سیرت ایوارڈ" دیا گیا۔ ان کے تین نعتیہ مجموعے "تسبیحِ نور"، "حریمِ نور" اور "قبدیلِ نور" شائع ہو چکے ہیں۔ سیدہ پروین زینب سروری آج کل اسلام آباد میں مقیم ہیں۔

حوالہ جات

۱. سروری، زینب، پروین، سیدہ، حریمِ نور، مکتبۂ جدید لاہور، ۲۰۱۸ء، ص۳۶تا۳۷

۲. ایضاً ص۳۷تا۳۸

۳. سروری، زینب، پروین، سیدہ، تسبیحِ نور، مکتبۂ جدید لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۱۲

۴. ایضاً، ص۱۶

۵. ایضاً، ص۱۵،۱۶

۶. سروری، زینب، پروین، سیدہ، حریمِ نور،، ص۳۷تا۳۸

۷. روہوی، فراغ، حمد کا عالمی انتخاب، مغربی بنگال اُردو اکیڈمی کلکتہ، ۲۰۱۹ء، ص۷

۸. روہوی، فراغ، حمد کا عالمی انتخاب، مغربی بنگال اُردو اکیڈمی کلکتہ، ۲۰۱۹ء، ص۸-۷

۹. ایضاً، ص۱۱

۱۰. منظر نقوی، "حمد کی اہمیت"، مضمون مشمولہ " سہ ماہی دھنک رنگ"، فتح جنگ، اٹک، جنوری تا مارچ ۲۰۲۱ء، ص۶

۱۱. ایضاً، ص۹

۱۲. ایضاً، ص۹، ۱۰

۱۳. القرآن الکریم، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶

۱۴. مجید، ریاض، "نعتیہ دیباچے"، نعت اکادمی، فیصل آباد، ۳۰ جون ۲۰۲۰ء، ص۹

۱۵. ایضاً، ص ۲۲، ۲۳

۱۶. ایضاً، ص۱۱

۱۷. سروری، زینب، پروین، سیدہ، حریمِ نور، ص ۱۳

۱۸. شکور، محمد، "سیدہ پروین زینب سروری"، مضمون مشمولہ "روزنامہ دنیا" اسلام آباد، ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۹ء، ص۱۱

باب دوئم

سیدہ پروین زینب سروری کی حمد ونعت گوئی کا فکری وفنی مطالعہ

الف۔ تمہید

ا۔ حمد کا تعارف

حمدِ باری تعالیٰ انسان کا خدا تعالیٰ سے رشتہ استوار کرتی ہے جبکہ نعتِ رسولؐ سرورِ کونین ﷺ سے انسان کا تعلق قائم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا خالق ہے اور اس کائنات میں موجود ہر شے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد و ثنا بیان کرنے کے لیے وجود میں لایا اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو لازم قرار دیا۔ جب ربِّ کائنات نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور محبت کو اپنی محبت قرار دیا ہے تو پھر سب کے لیے ضروری ہے کہ وہ نبی ﷺ کی مدح سرائی کرے اور اللہ کے حضور عاجزی وانکساری سے سر بسجود ہو۔

حمد کے لیے کوئی بحر، وزن یا ہئیت متعین نہیں۔ حمد مختلف ہئیتوں میں لکھی گئی ہے، بعض جدید شعرا نے آزاد نظم کی ہئیت میں بھی حمدیں لکھی ہیں۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے محبت و عشق کا جذبہ حمد کا محرک ہوتا ہے۔ رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

> "حمد رسمی نہ ہو بلکہ شاعر، ذاتِ باری تعالیٰ کے عشق میں ڈوب کر لکھے۔ حمد کی زبان پاکیزہ اور الفاظ شُستہ اور بلیغ ہوں۔ شاعر کا لہجہ انتہائی مؤدب اور منکسرانہ ہو، اظہار کا طریقہ ایسا نہ ہو جس سے شانِ الٰہی میں گستاخی یا سوِء ادب کا پہلو نکلتا ہو۔ شاعر خدا کی عظمت اور رحمت بیان کرنے کے بعد اس سے مغفرت اور امت کی بھلائی کی درخواست کرے۔"(۱)

حمد کی کوئی مخصوص ہئیت نہیں ہے یہ ضرورت کے تحت کسی بھی ہئیت میں لکھی جاتی ہے۔ حمد کی ہئیت کے بارے میں علی محمد خان اور اشفاق احمد ورک لکھتے ہیں:

> "جہاں تک حمد کے لیے استعمال ہونے والی ہئیت کا تعلق ہے، شروع شروع میں اس کے لیے مثنوی، رباعی یا مسدس کی ہئییات استعمال کی گئیں لیکن رفتہ رفتہ ہئیت

کا سانچا بدلتا چلا گیا۔ اب یہ غزل، قطعہ اور آزاد نظم کی ہئیات میں بھی بڑی رغبت
اور کامیابی کے ساتھ لکھی جا رہی ہے"۔[۲]

حمد اتنی ہی با اثر ہو گی، جتنا شاعر کا خلوص، جذبہ اور عشق خالص اور عاجزانہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ پر اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنے کا حکم دیا ہے۔ سورۃ آل عمران میں آتا ہے جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

"جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ اے رب ہمارے لیے تو نے یہ بیکار نہیں بنایا پاکی ہے تیرے لیے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے"۔[۳]

حمد عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی اللہ کی تعریف کے ہیں لغت میں اور دوسرے مفاہیم بھی موجود ہیں۔ مگر وہ اس کے معنی کی توسیع کے لیے ہیں۔ جیسے بزرگ و برتر ذوالجلال اکرام اس کی شانِ عظمت اس کی ستائش و سپاس گزاری اور ثناء گوئی وغیرہ ساتھ ہی حمد نویسوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حمد کا لفظ کسی غیر اللہ کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

حمد چونکہ کوئی مشاہداتی صنف نہیں ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ نے قرانِ مجید کا مطالعہ کیا ہو اور چونکہ خدا کی ستائش اور مذہب میں بھی موجود ہے تو ضروری یہ ہے کہ آپ ان مذہبی کتابوں سے بھی واقف ہوں۔ تاہم اسلام نے صرف ایک خدا کی پرستش کا حکم دیا ہے اور تصور پیش کیا ہے اس لیے اس میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا گناہِ کبیرہ ہے۔ قرآنی مفہوم میں حمد کا آغاز عربی سے ہوا۔ اور وہاں سے اس کا مضمون فارسی میں آیا۔ اور فارسی سے اہلِ اردو نے اخذ کیا اور یوں ابتداء ہی سے حمد اردو شاعری کا لازمی حصہ بن گئی مثنوی کا آغاز حمدیہ اشعار سے کیا جاتا۔ اور بعض شعراء نے تو دواوین غزلیات کی ابتداء ہی حمد سے کی ہے۔ بہت سی حمد ایسی ہیں جس میں اللہ کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے قہاری و غفاری، رحیم و کریم، رفعت و رحمت سے اس کی عظمت کو بیان کیا ہے۔

شمیم احمد اپنی کتاب "اصنافِ سخن اور شعری ہیئتیں" میں "حمد" کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایسے اشعار جو بہ لحاظِ موضوع اللہ تعالیٰ کی تعریف میں رقم کیے جائیں، انھیں اصطلاحاً نظم کہتے ہیں۔ الگ سے نظم کی صورت میں بھی لکھی جا سکتی ہے اور کسی اور صنف مثلاً

قصیدے یا مثنوی کا ایک جزو بھی ہو سکتی ہے۔ قصیدہ یا مثنوی یا کسی اور صنف کا حصہ ہونے کی صورت میں حمد کے اشعار ہمیشہ سب سے پہلے لکھے جاتے ہیں"۔[۴]

۲۔ نعت کا تعارف

ہئیت کسی بھی صنف کی پہچان ہوتی ہے مثال کے طور پر غزل ایک صنف ہے اور اس کی اپنی ہئیتی پہچان اور شناخت ہے۔ اس لحاظ سے حمد اور نعت ادب کی اصناف تو ہیں لیکن ہئیت کے اعتبار سے الگ سے اصناف نہیں ہیں۔ حمد، نعت اور منقبت کسی بھی ہیئت میں کہی جا سکتی ہے، اس میں ہیئت کی تخصیص نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو میں حمد اور نعت و منقبت کبھی غزل و قصیدہ کے فارم میں اور کبھی مثنوی وغیرہ کی ہیئت میں کہی گئی ہے۔ قصیدہ ہیئت کے اعتبار سے غزل سے ملتی جلتی صنف ہے، جس میں بحر شروع سے اخیر تک ایک ہی ہوتی ہے۔ پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور باقی اشعار کے آخری مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ اسی طرح رباعی ایک صنف ہے، صوری اور معنووی اعتبار سے اس کی ایک الگ سے شناخت ہے۔ حمد اور نعت کے لیے شعرا کرام کسی بھی ادبی صنف کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ نظم، آزاد نظم، غزل یا کسی اور صنف میں اللہ کی حمد و ثنا یا رسول اللہ ﷺ کی تعریف بیان کی جا سکتی ہے۔ پروفیسر طلحہ رضوی برق لکھتے ہیں:

> "نعت اپنے موضوع کے لحاظ سے ایک صنف ہے ہئیت کے لحاظ سے نہیں۔ اسی طرح حمد بھی ایک صنف ہے موضوع کے اعتبار سے نہیں، اس کی کوئی مخصوص ہئیت نہیں۔ لہٰذا حمد و نعت معنوی طور پر اپنی صنفی شناخت رکھتی ہیں اور یہ ایک سیلِ بے پناہ کی صورت ہمہ گیر ہے۔ نعت غزل کی ہئیت میں بھی ہے اور رباعی کے پیمانے میں بھی، نعت قصیدے کی شکل میں بھی ہے اور مثنوی طویل نظموں کی صورت میں بھی، مگر ان کا تعلق روایتی اور کلاسیکی ادب سے ہے"۔[۵]

نعت گوئی کا آغاز سب سے پہلے عربی زبان میں ہوا اور عربی سے اس کا رواج فارسی، اردو اور دیگر دوسری زبانوں میں ہوا۔ دیگر اصناف شاعری میں بحر و اوزان کے دروبست سے کام چل جاتا ہے لیکن نعت واحد موضوع ہے جو اپنے دامن پر ذرہ برابر دھبہ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ سخن وروں کو دوران تخلیق دماغ کی ساری چولیں ہلانا پڑتی ہیں۔ ان کی ذرا سی بے احتیاطی تمام ریاض و کاوش کا خون کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کی نعتیہ شاعری کو ہر

دور میں حسان بن ثابت، خاقانی، فردوسی، سعدی، نظامی، قدسی، عرفی، جامی اور رومی جیسے عظیم المرتبت شاعروں کی تلاش رہی ہے کہ انھوں نے سرکار دوعالم کی عقیدت و محبت میں جنم لینے والے پاکیزہ خیالات وافکار کو تخلیقی عمل کی تکمیل تک معبود و عبد، وحدانیت و عبودیت، خلاقیت، بشریت اور فطرت و نفسیات آدمیت میں فرق، توازن، رتبے اور مقام کا ہر لحظہ خیال رکھا ہے۔

۳۔ اردوادب میں حمد اور نعت کی روایت

اردو حمد کی ابتداء شمالی ہند سے ہوئی مگر اس کے ابتدائی نمونوں کو مستند نہیں مانا جاتا تاہم یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس کی ابتداء دکن سے ہوئی تھی۔ اسلامی تصوف اس کا بنیادی حصہ ہے۔ بہیمنی دور میں مثنوی کا آغاز حمدیہ اشعار سے کیا جاتا تھا۔ میرؔ، سوداؔ اور دردؔ کے دور میں بھی اس روایت کا خیال رکھا گیا۔ اس کے علاوہ شمالی ہند کے سرِ فہرست شعراء میں جن میں نظیر اکبر آبادی کا کلیاتِ اکبر آبادی میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں ان کے ذرابعد میں دبیر وانیس کا نام آتا ہے جنھوں نے بہت عمدہ اشعار کہے۔ بیسویں صدی میں اقبال اور ظفر علی خان کا نام آتا ہے۔ علامہ اقبال کے ہاں حمدیہ شاعری کی ابتداء بانگِ درا سے ہوتی ہے۔ جس میں انھوں نے بچے کی دعا کے عنوان سے حمد لکھی۔ علامہ اقبال اللہ کے حضور دعا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو اسی راہ پہ چلانا مجھ کو[۶]

دینِ اسلام انسانی زندگی کی اولین اورآخرین ضرورت ہے جس سے منہ موڑنے سے بندہ کافر ہو جاتا ہے اوراس کے لئے دنیااورآخرت میں دھتکار ہی ہے جب کہ دینداری دنیااورآخرت میں کام آنے والی چیزیں ہیں۔ مال وعیال سب دنیامیں جینے کا سامان ہیں، بقافقط اعمالِ صالح کو حاصل ہے۔ دین انسان کو صحیح راہ دکھاتا ہے جب کہ کفر بھٹکاتااور تاریکی میں دھکیلتا ہے۔ دین ایک وسیع اور جمیع معنی کا حامل لفظ ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے دین خیر اور شر کے درمیان جزاکانام ہے۔

دینِ اسلام کے اندر شاعری کے حق میں کئی گواہیاں موجود ہیں جن سے شعر و شاعری کو پھیلانے کے مواقع میسر آتے ہیں۔ مشہور مقولہ ہے "شعر میں حکمت و دانائی ہے"۔ جب کہ کئی شعراء نے شاعری کو پیغمبرانہ پیشہ قرار دیا ہے:

ع۔ شاعری جزویست از پیغمبری

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو پیدا ہی اپنی عبادت، حمد و ثناء اور ایک کر کے ماننے کے لئے کیا ہے۔ دین کا بڑا مقصد حمدِ ربانی کا اقرار کرنا ہے۔ شعرائے کرام نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کی توضیح کرنے کے لئے حمد کا سہارا لیا ہے اور حمد یہ کلام کے اندر خالصتاً اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور کِردگاری بیان کی جاتی ہے۔ حمدیہ کلام شاعری کی تمام اقسام میں لکھا جاتا ہے لیکن غزل اور گیت کے سانچوں میں زیادہ ہی مقبول ہے۔ حمد کی صنف ایک ہلچل کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ منظر نقوی حمد کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ضلع اٹک میں ڈاکٹر افضالہ شاہین نے "پاکستان میں اُردو حمد گوئی کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کے عنوان سے مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔"(۷)

حمد اسلام کی بھی اولین خوبیوں میں سے ایک ہے۔ قرآنِ کریم کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ کریم اپنی حمد و ثنا بیان کرتا ہے اور انسانوں کو حمد و ثنا کی ترغیب دیتا ہے۔ منظر نقوی اپنے مضمون "حمد کی اہمیت" میں قرآن کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "قرآنِ عزیز میں "الحمد" کا لفظ ۳۸ مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ قرآنِ عزیز کی ابتداء ہی "الحمدللہ" سے ہوتی ہے۔ یہاں 'ال' کو بعض مفسرین نے اختصاص، بعض نے استغراق اور بعض دوسروں نے 'جنس' کے لئے بنایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں 'ال' تمام حوالوں سے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ "الحمد" کی ہر قسم خواہ کسی بھی نوعیت کی ہو، صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس میں جس قدر غلو برتا جائے وہ غلو نہیں ہے۔ یہ تو وہ ہستی ہے جس کے بعد مراتب ختم ہو جاتے ہیں لہٰذا جس قدر بھی تعریف میں مبالغہ کیا جائے، کم ہے۔ اس کی تعریف کا حق ادا کرنا انسانوں کے بس سے باہر ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ خود قرآنِ عزیز اس

دعوے پر دلائل دیتا چلا جاتا ہے اور یہی مدلل انداز ہے کہ دعویٰ اور دلیل سے 'حمد' کو ثابت کرتا ہے۔"(۸)

شاعری میں حمد کی اہمیت مسلم ہے اس سلسلے میں مختلف افکار کار فرما ہیں جن میں دو کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ حمد کا توحید کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ منظر نقوی لکھتے ہیں:

"ایک تو خالص اسلام کے عقیدۂ توحید کے حوالے سے اور دوسرا وحدت الوجود کے حوالے سے۔ قدیم شعراء اکثر تصوّف کے مسائل کا ذکر کرتے ہیں اور ہر شے میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھتے ہیں۔"(۹)

عربی زبان دنیا کی زرخیز ترین زبانوں میں سے گنی جاتی ہے۔ اس کے ہزاروں، لاکھوں الفاظ اور پڑھنیاں دنیا کی تمام زبانوں میں کسی نہ کسی طریقے سے موجود، معروف اور مشہور ہیں۔ اسی طرح لفظ "حمد" بھی عربی زبان سے اخذ کیا گیا ہے جو اپنے اصلی معنی کے ساتھ پاکستان میں بولی جانی والی تمام تر زبانوں اردو، پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، سرائیکی اور براہوی وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا کوئی خاص ترجمہ طے نہیں کیا گیا۔ حمد کی اصطلاح کے بارے میں منظر نقوی لکھتے ہیں:

"حمد عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی تعریف ہیں۔ مختلف لغات میں حمد کے معانی تعریف وستائش اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعریف کے لکھے گئے ہیں۔"(۱۰)

شاعرانہ یا نظمانہ تاریخ کے اوراق پلٹائے جائیں تو قدیم مذہبی کتب میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی منظوم انداز میں بیان کرنے کے کافی سارے ثبوت ملتے ہیں کہ جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حمدیہ کلام لکھنا، پڑھنا اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ رہا ہے۔ حمدیہ کلام قبل از اسلام بھی موجود تھا۔ حمدیہ کلام کی روایت کے بارے میں منظر نقوی لکھتے ہیں:

"منظوم حمد گوئی کی روایت بھی کافی قدیم ہے۔ الہامی کتاب زبور داؤد علیہ السلام پر عبرانی زبان میں منظوم شکل میں نازل کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اتنا خوش الحان بنایا تھا کہ جب وہ کلامِ الٰہی کی تلاوت فرماتے تو چرند پرند اور شجر و حجر سب نہ صرف یکسو ہو کر آپؑ کی تلاوت سُنتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت میں آپؑ کے ہم نوا بن جاتے۔"(۱۱)

پاکستان کے اندر حمد کے عنوان پر اندازے سے زیادہ کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ حمد باری تعالیٰ پر مبنی سب سے عظیم ترین کتاب قرآنِ کریم ہے جس کا متبادل نہ پیدا ہوا ہے، نہ پیدا ہو رہا ہے اور نہ ہی پیدا ہو گا۔ قرآنِ کریم کے ویسے تو کئی زبانوں میں تراجم ہوئے ہیں اور ہو بھی رہے رہیں لیکن دورانِ تحقیق ایک ایسا ترجمہ بھی نظر سے گزرا جو کہ مکمل طور پر شاعرانہ تھا۔ ایک ذاتی رائے، مشاہدہ اور مطالعہ ہے پاکستان میں موجود شعراء کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اس کی ایک ہی مثال سب پر بھاری ہے کہ قرآنِ کریم کا مکمل طور پر منظوم ترجمہ اسی خطے کے حصے میں آیا جو ایک ترجمہ ہی نہیں بلکہ الہام کا درجہ رکھتا ہے۔ سندھ کے انتہائی عظیم شاعر اور عالمِ دین الحاج مولوی احمد ملاح نے یہ ترجمہ کیا جو کہ حکومتِ سعودی عربیہ نے شائع کروایا۔ بہر حال اُردو زبان کے اندر حمدیہ کلام کہنے یا لکھنے کی ابتداء ہندی، عربی اور فارسی زبانوں کے زیر اثر رہی اور اُردو حمد کی جڑیں صوفیانہ یا عارفانہ کلام سے جُڑی ہوئی ہیں۔ اردو زبان وادب میں حمد گوئی کی روایت کے بارے میں منظر نقوی لکھتے ہیں:

"اردو حمد گوئی عربی اور فارسی روایت کے زیر اثر مسلمانوں کی بر صغیر میں آمد کے ساتھ ہی اردو شعری روایت کا حصہ بنی۔ حمد و نعت کی اس روایت کا تسلسل مختلف سیاسی، ادبی و سماجی نشیب و فراز کے باوجود قائم و دائم رہا، آج بھی اس خطے میں پوری آب و تاب کے ساتھ زندہ و پائندہ ہے۔"(۱۲)

اردو زبان کے حمدیہ کلام کے اندر پاکستانیت کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ کئی شعرائے کرام نے ایک پاکستانی کی حیثیت میں اللہ تعالیٰ سے التجائیں کی ہیں اوراس خطے کے مسلمانوں کے مسائل عرض کئے ہیں جن سے دو قومی نظریہ کو تقویت بھی ملتی ہے تو پاکستانی قوم کو اکٹھا کرنے میں معاونت بھی پلے پڑتی ہے۔ پاکستان میں حمدیہ کلام کے بارے میں منظر نقوی لکھتے ہیں:

گل ہائے توحید کی خوشبو ہر ایک خالی دامن میں ہے
بن جائے طیبہ کی خوشبو میرے پاکستان کی خوشبو
نظر کس کی لگی ہے خطۂ کشمیر کو مولا!
خزاں کا رنگ کیوں شامل ہوا فصلِ بہاراں میں(۱۳)

حمد ایک کثیر الجہتی لفظ ہے جو کہ وسیع و جمیع معنی میں مستعمل ہے۔ صبیح رحمانی لکھتے ہیں:

"حمد بھی نعت کی طرح وسیع فکری تناظر کی حامل موضوعاتی صنفِ سخن ہے۔ ان دونوں ہی اصناف کے بارے میں ہمارے یہاں ایک طویل عرصے تک یہ غلط فہمی عوام وخواص دونوں کے ہاں پائی جاتی رہی ہے کہ ان کاموضوعاتی دائرہ دیگراصنافِ شعری کی نسبت خاصامحدودہے۔ آزادذہن اور طبعِ رواں کے لئے ان میں تخلیقی اظہارکے امکانات قدرے کم ہیں اور جولانی فکر کی گنجائش تو نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس تاثر کواس طرح قبول کرلیاگیاکہ جیسے یہ کسی ایسی مسلمہ سچائی اورامر واقعی کااظہار ہے کہ جسے ہر ممکن تحقیق وتفتیش کے بعد فکری وتجربی صداقت کے طور پر پیش کیاگیاہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے اوروہ یہ موضوعات کاجتناوسیع دائرہ ان اصناف میں سمٹ آیاہے وہ کسی بھی طرح دوسری اصناف سے کم نہیں ہے۔"(۱۴)

ادب چوں کہ زندگی کا آئینہ ہوتا ہے اس لیے لسانی رویوں، لفظیات اور نثری و شعری تخلیقات میں تبدیلی عہد بہ عہد جاری رہتی ہے۔ جس طرح انسان کی انفرادی زندگی میں اس کی عمر کے ہر حصے کی ضروریات مختلف ہوتی ہیں اسی طرح معاشرے کی اجتماعی زندگی کی عہد بہ عہد ضروریات مختلف ہوتی ہیں جن کا عکس کم و بیش ہر ادبی تخلیق پر پڑتا ہے۔ چناں چہ انفرادی اسلوب اگر فکر کے انفرادی زاویے، ترتیب الفاظ سے معانی پیدا کرنے کی مخصوص صلاحیت، تخلیق کے مواد یامافیہ اور اس کی صورت، ہیئت یا پیکر، لفظ برتنے کے مخصوص ڈھنگ، بات کرنے کے خاص آہنگ یعنی انفرادی لہجہ زندگی کے عکس قبول کرنے کے ذاتی نقطہ نظر اور انفرادی افتاد طبع کے تحت وجود میں آتا ہے۔ اسی طرح کسی خاص عہد کے اجتماعی اسلوب میں زبان کے عصری استعمالات، سائنسی اکتشافات کے ادراک، فکری بلوغت کی عمومی سطح اور فکر غالب کی مخصوص رَو نیز عمرانی حالات سے طبائع پر پڑنے والے اجتماعی اثرات سے پیدا ہونے والی حسیت کی وہ زیریں رو بھی شامل ہوتی ہے۔ جو کاریز کی طرح کسی عہد کی تمام تخلیقی تحریروں میں لفظوں کی ساخت یا زمین کے نیچے تیزی سے بہہ رہی ہوتی ہے۔ گویا اجتماعی سطح پر ادب میں بننے والا اسلوب کسی خاص عہد کا مکمل اسلوبِ زندگی ہوتا ہے۔

ب۔ سیدہ پروین زینب سروری کی حمد گوئی کا فکری و فنی مطالعہ

باقی شعراء کی طرح سیدہ پروین زینب سروری نے بھی کلامِ حمد میں خوب طبع آزمائی کی ہے۔ اُن کے مطابق حق بات تو یہ ہے کہ نامِ خُدا سے ہی کائنات کی رنگینیاں قائم و دائم ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشانہ ہو تو یہ زندگانی فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کوئی محدود دائرہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کی تہہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ کبھی بھی ایسا دکھائی نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کم ہو جائے۔ کائنات کی کوئی ایسی ہستی خواہ جان دار ہو یا بے جان، وہ "ھُو ھُو" کے ورد میں ڈوبی ہوئی نہ ہو۔ اگر انسان حمد باری تعالیٰ میں زندگی گزارے تو فلاح و فائدہ پا سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انسان افضل مخلوق ہے لیکن پھر بھی ربّ کے آگے بے بس کھڑا رہنا ہے۔ انسانی عقل اللہ تعالیٰ کی ہستی کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ یہ حال جن و ملائکہ کا بھی ہے۔

ا۔ سیدہ پروین زینب سروری کی حمد گوئی کا فکری مطالعہ

سیدہ پروین پروین زینب سروری کی حمد گوئی کا فکری مطالعہ کیا جائے تو بہت سی جہات سامنے آتی ہیں۔ ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

توحید کا بیان

حمد اللہ کی تعریف ہے۔ اللہ یکتا و بے مثال ہے۔ حمد اور توحید ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ سیدہ پروین زینب کی حمدیہ شاعری میں جا بجا توحید کا بیان ملتا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

اے شہنشاہِ کُل ، مالکِ دوسَرا
ہر دو عالم کا تو ہی ہے فرماں روا
تُو ہی ہے وارثِ بحر و بر اے خُدا
تو اکیلا ہی رازق ہے مخلوق کا [۱۵]

اس حمد میں سیدہ پروین زینب سروری فرماتی ہیں کہ اے کائنات کے بادشاہ ہر طرف تیری ہی فرمانروائی ہے اور زمین و آسمان کا تو ہی مالک و مختار ہے۔ تو رازق اور خالق ہے۔ تمام مخلوقات تیری محتاج ہے۔ تیرے ذکر سے روح کو اطمینان ملتا ہے۔ تیری یاد سے قلب و جگر کو قرار آتا ہے اور قرآن ہر مرض کی دوا ہے۔

انسان جہان بھی نظر اٹھائے ہر طرف اللہ کی قدرت کے نظارے ہیں اور ہر شے اللہ کی وحدانیت اور ربوبیت کی گواہی دیتی ہے۔ ہر شجر اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اگر ساری کائنات ہماری دشمن بھی بن جائے تو میرے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ زمانے میں کوئی تیرے جیسا نہیں ہے اور کسی میں اتنی جرات نہیں ہے کہ تیری ہمسری کرے۔ تیری محبت اور فضل وکرم ہی میرے لیے کافی ہے اور تیری نگاہ کرم میرے بگڑے کام بنادیتی ہے۔ جب بھی تیرا ذکر کیا جاتا ہے تو بے اختیار زبان پر درود پاک آجاتا ہے اور میری شدید خواہش ہے کہ میں ہر وقت تیرے گن گاتی رہوں۔ تو ہر وقت اور ہر جگہ میری دعائیں سنتا ہے اور مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑتا۔

سیدہ پروین زینبؔ سروری نے بھی توحید کو سمجھنے اور سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ دونوں جہاں اللہ تعالیٰ کے احکام سے قائم ودائم ہیں۔ یہ دھرتی وسمندر سارے خالص خالق کی خلقت ہیں اور کائنات کے اندر موجود تمام مخلوقات کی روزی روٹی کا بندوبست کرنے والا ایک ہی اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی ذاتِ پاک کا ذکر دل ودماغ کو تازہ توانا کر دیتا ہے بلکہ بیماروں کے لئے باعثِ صحت ونجات ہے۔

لہجے کی پاکیزگی

سیدہ پروین زینب سروری اپنی حمدیہ شاعری میں نہایت پاکیزہ لہجہ استعمال کرتی ہیں اور عاجزانہ انداز میں اللہ کی حمدوثنا بیان کی ہے۔ ان کا لہجہ پاکیزہ اور التجائیہ ہے۔ وہ اللہ کی حمدوثنا بیان کرنے کے ساتھ اللہ کے حضور دعا مانگتی ہیں۔

ویسے تو اللہ تعالیٰ عام انسان کو نظر نہیں آتا لیکن اس کی کامل نشانیاں ہیں جو اس کے کشف کی گواہیاں دیتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے اور اس کی حکومت وسلطنت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ ربّ کی رضا، قربت وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے دھن دولت کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ خلوصِ دل سے اُس کو یاد کرنا اور عبادت کرنا مقصود ہے۔ ابھی تک دنیا میں کوئی ایسی عقل ونقل نہیں پیدا ہو پائی کہ جو متبادل کا درجہ رکھتی ہو۔ تحت ثریٰ خالصتاً خالقِ ذوجلال کو ہی جچتا ہے۔ وہ الگ بات ہے کہ انسانوں اور جنوں کی اکثریت خسارے والی ہے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے میں کوئی حرج نہیں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ موت آتے ہی آخرت کے اعمال شروع ہو جاتے ہیں اور قبر کا عذاب ان میں اہم اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے پناہ مانگنے اور توبہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

اپنی صفاتِ کاملہ سے اللہ تعالیٰ اتنا قرین ہے کہ دل کی دھڑکنیں اور شہ رگ کو بھی شامل نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ایک اچھی، اعلیٰ وارفع سنت یہ ہے کہ وہ درگزر کرنے میں دیر نہیں کرتا۔ بے شک دونوں جہاں اس کے یہاں سپرد ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ اُس نے ماؤں کے اندر بچوں سے پیار پیدا کیا ہے۔ کائنات کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات سے انکار کرے۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری کا دعویٰ ہے کہ بھلے ابلیس کتنی بھی لالچ دے مگر وہ اس کے پھندے میں آنے والی نہیں ہیں چوں کہ توحید کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے بھی آگے ہاتھ نہ پھیلایا جائے۔

عشقِ رسولؐ

عشقِ رسولؐ کے بغیر اللہ سے محبت کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ تمام مسلمان جہاں اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں وہیں پر اللہ کے رسول ﷺ سے عشق وعقیدت کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دینِ اسلام میں عشقِ رسولؐ دین کا لازمی جزو ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری نے حمد کے ساتھ ساتھ نعتیہ شاعری بھی کی ہے۔ ان کے حمدیہ کلام میں بھی جابجا نعتیہ اشعار موجود ہوتے ہیں۔

سیدہ پروین زینب سروری نے اپنے حمدیہ کلام کے اندر 'حمد' کا حق ادا کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ سُخن کی صنف حمد کا یہ بھی تقاضا رہا ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جائے تو پیغمبر اسلام ﷺ سے قربت اور اُن کی شفقت وغلامی بھی مانگی جائے اور ان پر جان نچھاور کرنے سے دریغ نہ کیا جائے۔ حمد اور درود کے بعد ہی دعا قبُولیت کا درجہ پاتی ہے۔ ہر چیز سے فنا کی بو آرہی ہے۔ ایسے میں اللہ سے عدل نہیں، فضل کی عرض کی جائے۔ سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں:

آقائے دو جہاں کے در کا غلام رکھنا
جان وجہاں سے بڑھ کر مجھ کو تیرا نبی ہے (۱۶)

سیدہ پروین زینب سروری فرماتی ہیں کہ رب کائنات کے در کا غلام ہونا بڑے اعزاز کی بات ہے۔ ہمیں اللہ کا رسول ﷺ دونوں جہانوں سے بڑھ کر عزیز ہے۔ دونوں جہانوں میں رحمت اللہ کے نبی کی چھائی ہوئی ہے۔ اے میرے اللہ! ہم سب کے عیبوں کو ڈھانپ کے رکھنا ورنہ قیامت کے روز سوائی ہی رسوائی ہے۔ جہاں پر اللہ کا ذکر نہیں ہوتا وہ محلات بھی کھنڈروں کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ یعنی جہاں اللہ کی بزرگی اور بڑائی بیان ہوگی وہی جگہ

قابل قدر وقیمت ہے۔ اس نعت میں آپ قرآن کی آیت کا حوالہ دیتی ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ نے محمد ﷺ کو دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں:

مری حیات کا مقصد تری عبادت ہو
دل و نظر کو و دیعت تیری خشیت ہو
ثنائے احمد مرسل ہو تیری حمد کے بعد
کرم ہو زینبِؔ عاصی پہ تیری رحمت ہو (۱۷)

اس حمد میں پروین زینبؔ لکھتی ہیں کہ میری زندگی کا مقصد اللہ کی عبادت اور بندگی ہے۔ میرے دل و نظر میں اللہ کا خوف ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ کی تعریف کرنا میری زندگی کا نصب العین ہو۔ اگر میرے جیسی گناہ گار پر تیری رحمت نہ ہو تو میں کس طرح اللہ اور اس کے رسول کی مدحت کر سکتی ہوں۔ وہ واشگاف انداز میں فرماتی ہیں کہ اللہ کے فضل و کرم کے بغیر اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی حمد و نعت ناممکن ہے۔ یہ سب اللہ کا کرم ہے کہ ہم اس کی تعریف کے قابل ہوئے ہیں۔ انھیں ربِّ کائنات کے ہر جلوۂ جمال سے تسلی ہے کہ اس کا کوئی نمونہ نہیں ہے۔ صحیح بات بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنا ناممکن عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی متبادل نہیں ہے، نہ ہی کوئی اس کی برابری کر سکتا ہے۔ وہ اکیلا، بے نیاز اور لازوال ہے۔

قرآنی فکر اور تعلیمات

قرآن تمام انسانوں کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ حمدیہ شاعری میں اللہ کی تعریف و توصیف کے ساتھ ساتھ قرآنی فکر بھی پیش کی جاتی ہے۔ یہ ایک عظیم حقیقت ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ہستی کی معلومات کے حصول کے بعد ہی تسکین حاصل کرتا ہے۔ ورنہ تو کعبہ میں بھی بتوں اور بھوتوں کا ڈیرا بنا ہوا تھا جب کہ قرآنِ کریم اور اس کی تعلیمات نے انسان کو ہدایت عطا کر دی ہے۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید دنیا کی واحد کتاب ہے جو عیبوں سے آزاد ہے اور اس سلسلے میں پوری انسانیت کو للکارتی بھی ہے۔ اس کا حرف حرف اپنی عظیم، عقلی اور حقیقی معنوں میں اپنی اپنی جگہ پر احسن طریقے سے رکھا اور لکھا گیا ہے۔ لاکھ چاہنے اور چودہ صدیاں بیت جانے کے باوجود اس میں سے کوئی نقص نہیں نکال سکا، نہ ترمیم یا تبدیل کر سکا ہے۔ ذاتِ الٰہی کی ہدایت سے ہی

ساری حسیں روشن ہو جاتی ہیں۔ سیدہ پروین زینب سروری کی حمدیہ شاعری میں جابجا قرآن کی تفسیر اور تعلیمات ملتی ہیں۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد وہ اللہ کی توحید بیان کرنا نہیں بھولتی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں:

ہر جلوۂ جمالِ خُدا بے مثال ہے
حق حمد کا ادا ہو کسی سے محال ہے
ہم سر نہیں ہے اس کا، نہ ہم عصر ہے کوئی
یکتا ہے بے نیاز ہے، وہ لا یزال ہے (۱۸)

اس حمد میں وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت یکتا و بے مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہم سر اور برابر نہیں ہے۔ وہ یکتا، بے نیاز اور بے مثال ہے۔ اس حمد میں بڑے خوبصورت انداز میں سورۃ الاخلاص کا مفہوم بیان کر دیا ہے۔ مزید آگے چل کر لکھتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ ہر سانس اللہ کا ذکر کرتی ہے۔ ہماری خطاؤں سے وہ درگزر کرتا ہے۔ اس کا شکر ادا کرنا ہم پر فرض ہے۔ ہر جگہ اس کی حکومت اور فرمانروائی ہے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس کی قدرت کو زوال نہیں ہے۔ وہ لازوال ہے۔ اپنی رحمت سے اس نے ماؤں کے دلوں میں محبت اور رحمت بھر دی۔ اللہ تعالیٰ، رحمان و مہربان اور سراپا جمال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ماں کو تخلیق کرکے اس کے دل میں اپنے بچے کے لیے محبت پیدا کرکے اپنی رحمانیت کا پرتو پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات سے بے حد پیار ہے۔ وہ اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے۔ اسے اپنی مخلوق بے حد عزیز ہے۔ وہ لوگ کامیاب ہو گئے جن سے اللہ راضی ہو گیا۔ کسی میں اتنی مجال نہیں کہ اللہ کے حکم سے روگردانی کرے۔ اگرچہ ابلیس انسانوں کا دشمن ہے لیکن اللہ کی رحمت و کرم سے انسان شیطان کے جال سے بچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے اور سب کا داتا اور دستگیر ہے۔ اسی لیے ہمیں صرف اسی کے سامنے دستِ سوال رکھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ایک عظیم ہستی ہے جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری نے بھی اپنے حمدیہ کلام کے اندر اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کی ہے اور برملا اعتراف و اظہار بھی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کو انسانی عقل بیان کرنے سے قاصر ہے۔ جس طرح خالقِ کائنات کا اپنی مخلوق سے تعلق ہے وہ کسی دوسری ہستی کے بس کی بات نہیں ہے۔ سیدہ پروین زینبؔ نے اپنی حمدیہ شاعری کے اندر صفاتِ الٰہی کا بھی بہت

ہی خوش اسلوبی سے ذکر کیا ہے۔ ربِّ ذوالجلال والاکرام کی ان گنت نوعیت کی ادائیں جیسے 'حاجت روا'، 'قادر'، 'مقتدر'، 'لازوال'، 'رحمتوں کی شاہی'، 'پردہ پوش'، 'ہر جلوۂ جمالِ خُدا بے مثال'، 'شہنشاہِ کُل'، 'مالکِ دوسَرا'، 'ہر دوعالَم کا فرماں روا'، 'رحیم'، 'مہربان' جیسی صفات شاعری میں بہترین انداز میں پیش کی گئی ہیں۔

سیدہ پروین زینب کی نعت گوئی کا مطالعہ کرتے ہوئے ابتدا ہی میں اس امر پر ہماری توجہ مرکوز ہو جاتی ہے کہ ان کا حرفِ شعر جذبے اور گہری وارفتگی کے سرچشمے سے سیراب ہو رہا ہے۔ چنانچہ نعت گوئی ان کے لیے ایک ایسے وظیفہ حیات کی حیثیت رکھتی ہے جو ان کی زندگی کو بامعنی بناتا اور ان کے طرزِ احساس کی تشکیل کرتا ہے۔ ان کا شعری اظہاراس امر کا غماز ہے کہ انھوں نے مستعار فکر و نظر سے اپنے دل وجان کو آراستہ کرنے کے بجائے اپنے جذبہ واحساس کی فراوانی سے کام لیا اور دل کی دنیا کو نکھارا اور سنوارا ہے۔ ان کی شاعری میں ان کی اپنے دل کی حکایت بیان ہوئی ہے اور ان کی اپنی روح کلام کرتی ہے۔ اس حقیقت کا ان کو بھی واضح طور پر احساس ہے اور اپنی شاعری میں اس کا برملا اظہار بھی کیا ہے۔

قرآنِ حکیم دنیا کی واحد کتاب ہے جس کو پڑھنے سے انسان کو عقل فہم حاصل ہوتی ہے اس کے ساتھ ساتھ صحت وشفا ملتی ہے۔ سمجھنے والوں کے لئے یہ ساری دنیا نشانی ہے اور نا سمجھوں کی آنکھوں پر پردے اور دلوں پر مہر لگا دیئے گئے ہیں۔ سوکھی میں تو سبھی بھاتے ہیں لیکن مشکل میں اللہ ہی اللہ ہے۔ قرآنِ کریم کے میں اللہ تعالیٰ للکارتا ہے کہ جس میں ہمت ہے وہ آئے اور مقابلہ کرے۔ کہاں ہیں وہ جن کی اللہ کے سوا پرستش کیا کرتے تھے؟ ایک کامل انسان وہ ہے جو حمد وثناء کے بعد اللہ تعالیٰ کے اچھے ترین دوست حضرت محمّد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر درود وسلام بھیجے۔ دنیا تو زینؔب کو اکیلا چھوڑ سکتی ہے لیکن داتا اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔

۲۔ سیدہ پروین زینب سروری کی حمد گوئی کا فنی مطالعہ

دوسری شعری اصناف کی طرح حمدیہ شاعری میں بھی فنی ہنر مندی اور فکری بلندی اپنی الگ سے اہمیت رکھتی ہیں۔ لیکن حمد گوئی صرف فنِ شعر گوئی کا حاصل نہیں ہوتا۔ اس کی فضا صرف محاسنِ کلام، الفاظ کی آرائش، بیان کی قوت اور تخیل کی صلاحیت سے نہیں بنتی۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ درکار ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ ہے اس کی خوشبو کو پھیلانے میں عشقِ صادق اور جذبہِ فراواں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کے کلام میں عشق اور جذبے کی فراوانی ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری قرآن سے تحریک لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کسی بھی

طرح کی جاسکتی ہے، بیٹھ کر، سو کر، لکھ کر، بول کر، پڑھ کر، نثر میں نظم میں۔ 'حمد باری تعالیٰ' کو اس قید سے آزاد قرار دیا گیا ہے، تاہم حمدیہ کلام کی ہیئت غزل کی طرز میں، وزن بحر کے ساتھ زیادہ مقبول ہے اور سیدہ پروین زینبؔ سروری نے اسی طرز کو کثرت سے اپنایا ہے۔

سیدہ پروین پروین زینب سروری کی حمد گوئی کا فنی مطالعہ کیا جائے تو بہت سے جہات سامنے آتی ہیں۔ ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

تشبیہات و استعارات کا استعمال

ادب کے کسی بھی شعبہ میں استعارہ کی بڑی اہمیت رہی ہے۔ استعارہ اُدھار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ استعارہ کو انگریزی میں 'Metaphor' کہا جاتا ہے اور یہ نثر خواہ نظم کی جان بنا رہتا ہے۔ اردو زبان کی مشہور لغت فیروزاللغات میں اس کی وصف اس طرح سے بیان کی گئی ہے:

> "علم بیان کی اصطلاح میں مجاز کی ایک قسم جس میں کسی لفظ کے مجازی اور حقیقی معنی کے درمیان تشبیہہ کا علاقہ ہوتا ہے اور بغیر حروف تشبہ کے معنی کو مجازی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔"[۱۹]

تشبیہہ اور استعارہ میں تھوڑا سا فرق ہے۔ تشبیہہ میں، کی طرح، جیسے، ایسے، ویسے جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جب کہ استعارہ میں مجازی معنی کا راج ہوتا ہے۔ تشبیہہ میں کہتے ہیں فلاں تو شیرنی جیسی ہے جب کہ استعارہ میں کہا جائے گا فلاں تو شیرنی ہے۔ انگریزی لغت میں استعارہ کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:

> "Metaphor (Gk 'Casing from one place to another') Figure of speech in which one thing is described in term of another. The basic figure in poetry. A comparison is usually implicitly where as simile (a.v) is explicit."[20]

تشبیہ علمِ بیان کی ایک شاخ ہے اور زبان کو خوبصورت اور پر تاثیر بنانے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ جمال انور اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں:

"یہ علم بیان کی ایک شاخ ہے جس کا مطلب ہے دو اشیاء میں مشابہت تلاش کرنا۔ ایک ہی مضمون کو مختلف طریقوں اور قرینوں سے بیان کرنے کے لئے کچھ قاعدے اور ضابطے وضع کئے گئے ہیں۔ ان قرینوں میں ایک قرینہ تشبیہ کا بھی ہے۔ اس کا تعلق علمِ بیان کے خاندان سے ہے۔ تشبیہ "انسانی کلام کی ایسی خصوصیت ہے جو کائنات کے مشابہتی رشتوں کو تلاش کرتی ہے۔ اسی کا مدعا اس دنیا کے تفرقوں میں وسیع تر ہم آہنگی کا اثبات ہے۔" 'تشبیہ' میں ایک چیز کو ایک یا ایک سے زیادہ مشترک خصوصیات کی بناء پر دوسری کے مانند قرار دیا جاتا ہے اور اس طرح پہلی چیز کی اہمیت یا شدت کو واضح کیا جاتا ہے۔"[۲۱]

تشبیہات اور استعارات اندازِ بیان کو جاذبیت اور دلکشی عطا کرتے ہیں اور شاعری کو عرفان بخشتے ہیں۔ تشبیہات و استعارات کا استعمال شاعر کی شاعرانہ صلاحیت کا پتا دیتا ہے۔

"یہی تشبیہات اور استعارات ہی ہوتے ہیں جن سے شاعر یا نثر نگار کی تخلیقی اداؤں کا پتا چلتا ہے۔ تشبیہہ اور استعارہ شاعری بلکہ عام زبان آوری کی خد و خال ہیں جن کے بغیر انشا پردازی کا جمال قائم نہیں رہتا۔ استعارہ دراصل فطری طرز عمل ادا ہے۔"[۲۲]

لغت 'فیروز اللغات' میں بھی تشبیہ کی تعریف بیان کی گئی ہے:

"تشبیہ – (تش – بیہ) [ع – ا- مث] مشابہت دینا۔ تمثیل۔ ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند ٹھہرانا۔ جمع تشبیہات۔"[۲۳]

تشبیہ اور استعارہ شاعری کی جان ہوتے ہیں۔ یہ شاعری کو جاذبیت اور حسن عطا کرتے ہیں۔ سیدہ پروین زینب کی حمد گوئی میں جگہ جگہ تشبیہات اور استعارات کا استعمال ملتا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

ذرّے ذرّے میں ترا نور جھلکتا دیکھوں
جس طرف آنکھ اُٹھاؤں ترا جلوا دیکھوں
ترے عرفان کا اک رنگ نرالا دیکھوں
جب سر شام ستاروں کو چمکتا دیکھوں[۲۴]

اس حمد میں سید پروین زینب سروری ربِ کائنات کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ ہر ایک ذرے میں اللہ کا نور جھلکتا ہے۔ جہاں یا جس طرف نگاہ اٹھاؤ اللہ کی قدرتِ کاملہ نظر آتی ہے۔ اگر ہم آسمان کی طرف نظر اٹھائیں اور ستاروں کو دیکھیں تو اللہ کی قدرت کے کرشمے نظر آتے ہیں۔ ہر سمت اللہ ہی نظر آتا ہے۔ آسمانوں میں اللہ کی قدرت کے نظارے ہیں۔ کائنات کی وسعت گواہی دیتی ہے کہ کوئی تو ہے جو اس نظامِ ہستی کو چلا رہا ہے۔ ہر نظارے میں اللہ کا نظارہ سب سے حسین و جمیل ہے۔ فطرت بھی اللہ کی واحدانیت کی گواہی دیتی ہے۔ محفل میں بھی اللہ یکتا و واحد نظر آتا ہے۔ چمن میں بلبل بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور گلستان میں بھی اللہ ہی کی باتیں ہیں۔ جب میں گلِ رعنا دیکھتی ہوں ہو تو تیری تعریف کرنے کو دل کرتا ہے۔ گہرے سمندر ہوں یا لامتناہی خشکی ہو، مجھے ہر طرف تیری خوشبو آتی ہے۔ تیرے پیغام کو اپنے دل پر اترتا دیکھتی ہوں اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ دل کے قرطاس پر اللہ ہی اللہ ہے۔ اللہ کی محبت کے جام نے میرے دل کو لبریز کر دیا ہے۔ ہر کھیتی تیرے لطف و کرم سے سرسبز ہے اور ہر دل پہ تیری رحمت کا نزول ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تیری یاد اور ذکر سے میرے دل کو قرار آتا ہے۔ تیرے نام سے بے قرار دلوں کو سکون ملتا ہے۔ یہ تیرے اسمِ اعظم کا اعجاز ہے کہ تیرا نام لے کر کوئی کام شروع کیا جائے تو انسان کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ ہر وقت ہر طرف تیری عنایات برس رہی ہیں۔ ہم نادان ہیں جو تیرے ہوتے ہوئے بھی خود کو تنہا اور بے آسرا سمجھتے ہیں ورنہ تیری عنایات اور کرم تو ہر جگہ موجود ہے۔ اہلِ دل اللہ کے دیدار کو ترستے ہیں اور موت کی خواہش کرتے ہیں کہ اپنے اللہ سے وصال ہو گا۔ جب بھی ہمارا سفینہ ڈوبنے لگے تو ہمیں ہر حال میں اپنے اللہ کو ہی مدد کے لیے پکارنا چاہیے۔ سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں:

سکون دل کو نہ تھا تیرے نام سے پہلے
کسے شعور تھا تیرے پیام سے پہلے
حریمِ کعبہ میں اصنام تھے شیاطین کے
اندھیری رات تھی نور دوام سے پہلے (۲۵)

سیدہ پروین زینب سروری دل کا سکون اور روح کا چین اللہ کے ذکر کو قرار دیتی ہیں۔ انسان کو کوئی عقل و شعور نہیں تھا، اللہ نے اپنا کرم کر کے انسان کو علم کی دولت سے نوازا۔ حرم شریف میں بھی بت ہی بت تھے اور ہر طرف

جہالت کاگھپ اندھیرا چھایاہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرماکے جہالت کااندھیرا دور کیا۔ یہ قرآن دلوں کے لیے نوراور سرور ہے۔ اسی میں دل کا قراراورروح کا سکون ہے۔ قرآن کا ہر لفظ اللہ کی شان بیان کررہاہے۔ قرآں کا ہر لفظ اپنی جگہ پر درست اور مستقل ہے۔ قیامت تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اسی قرآن سے اللہ کی صفات لوگوں کے سامنے آئیں۔ اللہ کی بادشاہی ہر جگہ ہے اوراللہ کے جیسا کوئی رحیم اوررحمان نہیں ہے۔ تیری ذات بلند اورارفع ہے اور تمام عیوب سے پاک ہے۔ عرش پر تیرے سوااور کوئی نہیں رہتا۔ تیری تلاش میں بے شمار لوگ ہیں لیکن تجھے توفقیروں اور مسکینوں کے آستانے پسند ہیں۔ جب مسکین اور غریب لوگ آہ وگریہ زاری کرتے ہیں توعرش تک کانپ جاتاہے اوراللہ ایسے ہی دلوں کواپناٹھکانہ بناتاہے۔ اے اللہ ہمیں معاف فرمادے اور ہمارے قلوب کواپنے ذکر سے منور کردے۔ تجھے تیرے محمد ﷺ کاواسطہ ہے ہمیں قیامت کے روز اپنی رحمت کاسایہ عطافرمانا۔

"تسبیحِ نور" خودایک استعارہ ہے جب کہ اس کے اندر جگہ جگہ استعارات استعمال کئے گئے ہیں جن میں "ناموں سے روشنی"، "کرم کی بارش"، "پانی سیاہی"، "اشجار قلم"، "رحمتوں کی شاہی"، "عیبوں کی ڈھانک"، "آثار پل رہے ہیں، "ذراذرادے رہاہے نوید"، "دوڑ کر آئے تیری رحمت"، "سر تسلیم خم ہے"، "اسمِ بے مہا"، "لحد بھی نور سے بھر دے"، "اگر سجدے کروں دل سے"، "بیڑہ پار ہے" شامل ہیں۔ اگرایک نقاد کی آنکھ سے نظر دوڑائی جائے توپتا چلتاہے کہ "حریمِ نور" بھی ایک قسم کااستعارہ ہے جب کہ اس کے حمدیہ کلام میں تواستعارات کی اور بھی بھرمار ہے۔ "تیرے عرفان کارنگ نرالا"، "شاخ کے ہیں نغمہ سرا"، "دلوں میں ترے ٹھکانے" اور دیگر استعارات گنوائے جاسکتے ہیں۔

سادہ اسلوب

سادگی اور سلاست نثر اورشاعری میں بے حد ضروری ہوتاہے۔ خاص طورپر عوامی شاعراس کی پابندی لازمی کرتے ہیں۔ اسلوب شاعر کی شخصیت کاعکس ہوتاہے۔ اسلوب کے بارے میں سید عبداللہ لکھتے ہیں:

> "اسلوب مصنف کی شخصیت کاعکس ہے جو الفاظ کی صورت میں ظاہر ہوتاہے۔ اسلوب مصنف کے ذہنی اور جذباتی تجربے کاخارجی روپ ہے جس میں مصنف کے باطن اور نفس کی دنیاکی پوری تصویر نمودار ہوتی ہے، مصنف کے تجربات الفاظ کی صورت میں جلوہ

گر ہوتے ہیں، یہ الفاظ ان تجربات میں یوں جذب ہو کر ظاہر ہوتے ہیں جس طرح شراب میں مستی، پھول میں رنگ اور خوشبو۔ ان کا باہمی وہی تعلق ہے جو رگ وپوست کو شخصِ انسانی سے ہوتا ہے۔"(۲۶)

مذہبی شاعری ہر دلعزیز ہوتی ہے اور ہر شخص اس سے حظ اٹھاتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسے لکھتے وقت سادہ زبان ولہجہ استعمال کیا جائے۔ سیدہ پروین زینب سروری کی مذہبی شاعری کا فنی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے نہایت سادہ اور سلیس لہجہ استعمال کیا ہے۔ سادہ اور عام فہم الفاظ استعمال کیے ہیں۔ صنائع وبدائع استعمال تو کیے ہیں لیکن ان میں بھی سادگی اور سلاست کا خیال رکھا ہے۔

سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں:

ارض وسما میں تیرے ناموں سے روشنی ہے
تیرے کرم کی بارش برسے تو زندگی ہے
بے حد رحیم ہے تو، بے پایاں مہرباں ہے
کب تیری رحمتوں میں، آئی کوئی کمی ہے (۲۷)

سیدہ پروین زینب سروری کے حمدیہ کلام میں سادگی اور سلاست کے ساتھ ساتھ خیالات کی رفعت اور پاکیزگی ہے جو کہ کسی بھی حمد گو شاعر کا خاصہ ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا حمد میں وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ تمام کائنات میں تیرے نام کی روشنی ہے اور تیرے کرم کی بارش سے ہی زندگی کا نظام چل رہا ہے۔ اس حمد میں قرآن کی آیت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ زمین وآسمان کا نور ہے۔ اس حمد میں آگے چل کر فرماتی ہیں کہ ہر لمحہ ہر سانس تیری ہی یاد آتی ہے۔ اگر کوئی خوش نصیب ایسا ہو جو ہر لمحہ اللہ کا ذکر کرتا ہو تو اس کی زندگی سرمایہ حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم وفضل سے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے وہ کرتا ہے۔ اللہ کی ربوبیت اتنی وسیع ہے کہ ہماری محدود عقل اس کا ادراک بھی نہیں کر سکتی۔ اللہ کی تعریف کرنے سے جن وانسان قاصر ہیں۔ انسان تو صرف حمد کی کوشش کرتا ہے توفیق تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ اگر سمندر سیاہی اور درخت قلم بن جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کے کام کاج لکھنا یا گنوانا مشکل امر ہے۔ بہت ہی بڑا ذخیرہ مطلوب ہے بلکہ یہ ناممکن عمل

ہے۔ کائنات کا کوئی قَریہ و کونا نہیں ہے کہ جہاں ذکرِ ربانی نہ ہوتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت اور رحمت کے دروازے ہر وقت کھول رکھے ہیں۔ بندہ کسی بھی وقت لوٹنا چاہے، لوٹ سکتا ہے۔ یہ دنیا بے ثباتی ہے اور انسان فانی ہے اسے یہاں سے لوٹ کر جانا ہے۔

ایک اور جگہ وہ لکھتی ہیں:

پانی ہو سب سیاہی، اشجار سب قلم ہوں
ہر ایک صفت بحر ذخّار مانگتی ہے
ارض و سما ہو چاہے، لاہوت و لامکاں ہو
حمد و ثناں کے نغمے، ہر چیز گا رہی ہے[۲۸]

اس حمد میں سیدہ پروین زینب سروری اللہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ اگر تمام انسانیت بھی اللہ کی تعریف میں لگ جائے تو اللہ کی حمد و ثنا بیان نہیں کی جاسکتی۔ اللہ کی رحمت انسان کے لیے ہر وقت موجود ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ جب کوئی میری طرف قدم بڑھاتا ہے تو میں دوڑ کر اس کو اپنی رحمت میں لے لیتا ہوں۔ باغ میں پرندے اللہ کی توحید بیان کرتے ہیں اور بلبل اور کوئل اللہ کو ہی پکارتے ہیں۔ دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے۔ دنیا کا مال و دولت تو محض ایک دکھاوا اور دھوکہ ہے۔ اصل کامیابی تو آخرت کی کامیابی ہے۔ ہر بندۂ مؤمن کی خواہش ہے کہ اُس کی زندگی کا مقصد خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو اور بڑی نعمت یہ ہوگی کہ بندہ دل کی لگن سے عبادت کرے اور پھر بھی اللہ سے ڈرنے کا دامن نہ چھوڑے چوں کہ غرور اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ سیدہ پروین زینؔب سروری کو بھی اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کی ضرورت ہے۔

تلمیحات کا استعمال

سیدہ پروین زینب نے صنائع و بدائع سے بھی کام لیا ہے اور صنعتوں نے ان کی شاعری کو خوبصورت اور جاذب بنا دیا ہے۔ ایسی عبارات دورانِ خطاب و تقریر مقرر کے لئے تالیوں اور داد کا باعث بنتی ہیں۔ سیدہ پروین زینؔب سروری کی جانب سے اپنے حمدیہ کلام میں سادگی اور سلاست سے کام لیا ہے اور بات فوراً سمجھ میں آجاتی ہے۔ انھوں نے لمبی چوڑی یا فلسفیانہ طرزِ گفتگو سے گریز کیا گیا ہے۔ یہی افعال ایک اچھے ادیب کی خوبیوں میں سے ہیں۔ اُن کے حمدیہ کلام میں ایسے بند کثرت سے موجود ہیں۔

ابلیس لاکھ دام بچھائے حسیں مگر

ہم کو قدم قدم ، پہ ترا ہی خیال ہے[۲۹]

اس شعر میں "ابلیس" کو تلمیح کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ابلیس انسان کا ازل سے دشمن ہے اور جنت سے انسان کو اسی نے نکلوایا تھا۔ ابلیس انسان کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے کرتا ہے۔

سیدہ پروین زینب سروری ایک اور حمد میں فرماتی ہیں:

توجو کُن کہہ دے تو ہو جاتا ہے ہر شے کا ظہور

چیز ہر بے عیب ہے، تخلیق ہے ہر بے فتور[۳۰]

اس شعر میں قرآن کا لفظ "کُن" کو بطور تلمیح کے استعمال کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے کہ جب اللہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو "کن" فرماتا ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے۔ اس شعر میں اللہ کی قدرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کو بے عیب اور بے نقص بناتا ہے۔

سیدہ پروین زینب سروری کا مشاہدہ و مطالعہ بہت اعلیٰ اور وسیع ہے۔ اُن کو کائنات کے ذرے ذرے کے اندر اللہ تعالیٰ کا نور نظر آتا ہے۔ شام ڈھلے ستاروں کو تکتی ہیں تو اُن کو عرفانِ الٰہی ان میں نظر آتا ہے۔ ایک توحید پرست کو کسی بھی مشکل مسئلے میں پھنستے وقت خالص خالق ذوالجلال ہی کی مدد نظر آتی ہے۔ بے شک زمین و آسمان، سورج، چاند و ستارے باری تعالیٰ کی بہترین دلالت کرتے ہیں۔ کبریا کی کبریائی صفات کی رُو سے ہر جگہ سے جھلکتی ہے۔ اس کائنات کے اندر اللہ تعالیٰ جیسا کوئی انتظام کنندہ نہیں ہے۔ جب بھی انسان کو تھکن ہوتی ہے تو اللہ کو یاد کرتا ہے اور درد دور ہو جاتا ہے۔ مولائے کائنات ہی مشکل کشاء ہے، باقی سارے در فناء کے پھندے ہیں۔ اس لئے جب بھی مشکل وقت آئے تو بندہ باری تعالیٰ سے ہی مدد مانگے۔ اس حمدیہ کلام میں بھی کچھ ایسی ہی عبارت بیان کی گئی ہے۔

ج۔ سیدہ پروین زینب سروری کی نعت گوئی کا فکری و فنی مطالعہ

نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی تعریف و توصیف کے ہیں لیکن عربی، فارسی، اردو اور مسلمانوں کی دوسری زبانوں میں لفظ نعت صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور مدح کے

لئے مخصوص ہو گیا ہے۔ اب جب بھی ہم نعت کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ شاعری ہے جس میں سرورِ کونین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات کی توصیف ومدح کی گئی ہو۔ شمیم احمد اپنی کتاب "اصنافِ سخن اور شعری ہئیتیں" میں نعت کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایسے اشعار جن میں حضور سرورِ کائنات پیغمبرِ اسلامؐ کے اوصافِ بابرکات کا ذکر بہ توصیف وعقیدت ہو، شعری اصطلاح میں "نعت" یا "نعتیہ اشعار" کہلاتے ہیں۔ نعتیہ اشعار بالعموم کسی نظم یا مثنوی کے شروع میں لائے جاتے ہیں۔ ویسے نعتیہ نظمیں علیحدہ سے بھی لکھی گئی ہیں اور ہمارے یہاں نعتیہ شاعری کی خاصی معقول روایت رہی ہے۔ نعتیہ قصیدے بھی کثرت سے لکھے گئے ہیں"۔ [۳۱]

نعت کے لئے کوئی مخصوص ہیئت مقرر نہیں ہے۔ یہ کسی بھی صنف سخن کی ہیئت میں لکھی جا سکتی ہے۔ یہ صنف سخن قصیدہ اور مثنوی بھی ہو سکتی ہے۔ غزل، قطعہ، رباعی یا کوئی اور صنف سخن بھی ہو سکتی ہے۔

اردو شاعری میں نعت گوئی کے مقابلے میں حمد و مناجات کا رواج کم رہا ہے۔ اردو ادب میں نعتیہ شاعری کے بے شمار مجموعے دستیاب ہیں۔ نعت گوئی کی وجہ سے بعض شعرا مستقل طور پر نعت گو شعرا کہلاتے ہیں۔ قدیم و جدید نعتیہ شاعری کے مجموعے گلدستے اردو کے علاوہ عربی اور فارسی کے منتخبات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں مراٹھی شاعر سریش بھٹ کی مراٹھی نعت کے نہ صرف اردو منظوم تراجم شائع ہوئے بلکہ اس پر تجزیاتی مضامین بھی لکھے گئے۔ فن نعت گوئی پر کئی کتابیں شائع ہوئیں۔ اس کی ابتدا، ارتقا، تعریف، موضوع، فضیلت، لوازمات اور شرائط وغیرہ کے تحت نعت گوئی پر ایک بہت بڑا اور کافی مواد موجود ہے۔ ہر تقریب میں تلاوت قرآن کے بعد مترنم آواز میں نعت خوانی کا عام رواج ہے۔ عربی مدارس کے اجلاس میں بھی تلاوت کے بعد بچوں سے نعت خوانی کروائی جاتی ہے۔ حمد کے لئے تلاوت قرآن ہی کو کافی سمجھا جاتا ہے۔ نعت کی بہ نسبت حمد و مناجات کم تو کہی گئیں۔ اس موضوع پر بہت کم لکھا بھی گیا۔

خواجہ الطاف حسین حالیؔ اردو شاعری کے دورِ جدید کے اہم نعت گو شاعر ہیں جن سے اردو میں نعت گوئی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ حالیؔ کا نعتیہ کلام مقدار میں بہت کم ہے لیکن معیار میں بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحپوری لکھتے ہیں:

"پرانی غزلوں کو چھوڑ کر ان کی شاعری کا شاید ہی کوئی جز ہو جس میں آنحضرتؐ کی سیرت اور پیغام کا عکس صاف نظر نہ آتا ہو"۔ (۳۲)

نعتیہ کلام کو حضرت محمدؐ مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی شان میں گل ہائے عقیدت پیش کرنے کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ حمد کی طرح نعتیہ شاعری بھی تمام اقسام میں قابلِ قبول ہے مگر گیت کو زیادہ ملحوظِ خاطر لایا جاتا ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری نے اپنی دونوں کتابوں 'تسبیح نور' اور 'حریم نور' میں کثرت سے نعتیں لکھی ہیں بلکہ اُن کے مجموعات کے موضوعات ہی نعتیہ ہیں۔ ان کی نعتیں اپنی مثال آپ ہیں۔ اُن کے نعتیہ کلام پر اُدبائے کرام کے تحقیقی مضامین بھی چھپتے رہتے ہیں۔ نعت گوئی اردو شاعری کی اعلیٰ ترین قدروں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کا تعلق چونکہ اس ذات اقدس سے ہے جس ذات اقدس نے صدیوں کی تاریک دنیا کو انسانیت اور تہذیب کے سورج کا اجالا بانٹا جس کے بارے میں شاعر نے کہا ہے: " بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔" نعت گوئی یوں تو بہت آسان لگتی ہے لیکن غور سے جسم و دل وا کر کے دیکھئے تو بہت مشکل کام ہے۔ چونکہ شاعر کو نعت کہتے وقت اس کا پاس ولحاظ رکھنا از حد ضروری ہے کہ آداب شریعت بھی اس کے ہاتھ سے نہ چھوٹیں اور آداب عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کے دل و دماغ مامور ہوں۔ دیگر زبانوں کی طرح اردو شاعری کو بھی نعت گوئی میں ممتاز مقام حاصل ہے اور اردو شعراء نے اس صنف میں اپنی ایک الگ پہچان بنائی ہے۔ بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی:

"نعت گوئی عشق رسول اور شوق مدینہ ہندوستانی شعراء کا محبوب موضوع رہا ہے اور فارسی شاعری کے بعد سب سے بہتر اور سب سے موثر نعتیں اردو ہی میں ملتی ہیں۔ (۳۳)

عربی و فارسی شاعری کی اس عظیم روایت نے اردو نعت گوئی کو بھی شدت سے متاثر کیا اور جب سے اردو شاعری کا آغاز ہوا، نعتیہ شاعری کسی نہ کسی صورت میں ہمیں ملتی ہے۔ نعتیہ اشعار حسن شوقی کے ہاں بھی ملتے ہیں اور قلی قطب شاہ کے ہاں بھی۔ ملا وجہی اور نصرتی کے ہاں بھی ملتے ہیں اور ولی دکنی اور سراج اورنگ آبادی کے ہاں بھی۔ گذشتہ چار پانچ سو سال کے عرصے میں لکھے جانے والے معراج نامے، نور نامے، تولد نامے، وفات نامے آج بھی کثیر تعداد میں مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ نعتیہ شاعری سوداؔ و میر دردؔ کے کے ہاں بھی اپنا رنگ دکھاتی اور دلوں کو گرماتی ہے اور نظیرؔ اکبر آبادی، غالبؔ اور اقبال کے ہاں بھی۔ علامہ اقبال کا سارا کلام مدحت رسول کا موثر اظہار ہے۔ انھوں نے اپنے کلام میں دین اسلام کی روح کو اس طرح نعت کا رنگ دیا ہے کہ خود اقبال ملت

اسلامیہ کی نشاہ الثانیہ کی علامت بن گئے ہیں۔ بال جبریل کی یہ غزل سنیے جس میں سوز و گداز بھی ہے اور حیات نو کی وہ آرزو بھی جس سے علامہ اقبال کی ساری شاعری عبارت ہے:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تونے طلوع آفتاب (۳۴)

اردو ادب میں حمد کی طرح نعتیہ شاعری کی روایت خاصی مضبوط ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہو جس نے حمد گوئی یا نعت گوئی میں طبع آزمائی نہ کی ہو۔

ا۔ سیدہ پروین زینب سروری کی نعت گوئی کا فکری مطالعہ

سیدہ پروین زینب سروری کی نعت گوئی کا مطالعہ کرتے ہوئے ابتدا ہی میں اس امر پہ ہماری توجہ مرکوز ہو جاتی ہے کہ ان کا حرف شعر جذبے کے وفور اور گہری وارفتگی کے سرچشمے سے سیراب ہو رہا ہے۔ چنانچہ نعت گوئی ان کے لیے ایک ایسے وظیفہ حیات کی حیثیت رکھتی ہے جو ان کی زندگی کو بامعنی بناتا اور ان کے طرز احساس کی تشکیل کرتا ہے۔ ان کے اب تک دو مجموعہ ہائے کلام تسبیح نور اور حریم نور میری نظر سے گزرے ہیں۔ ان کا شعری اظہار اس امر کا غماز ہے کہ انہوں نے مستعار فکر و نظر سے اپنے دل و جاں کو آراستہ کرنے کے بجائے اپنے جذبہ واحساس کی فراوانی سے کام لیا اور دل کی دنیا کو نکھارا اور سنوارا ہے۔ ان کی شاعری میں ان کے اپنے دل کی حکایت بیان ہوئی ہے اور ان کی اپنی روح کلام کرتی ہے۔ اس حقیقت کا خود ان کو بھی واضح طور پر احساس ہے اور وہ اپنی شاعری میں اس کا برملا اظہار بھی کرتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ نبی کی تعریف کرنا محض شاعری نہیں ہے بلکہ روح کا کلام بھی ہے۔ دل کی حکایت ہے اور رسول اللہ ﷺ کو درود و پاک پیش کرنا بڑی سعادت ہے۔

اس کی فضا صرف محاسن کلام، الفاظ کی آرائش، بیان کی قوت اور تخیل کی صلاحیت سے نہیں بنتی۔ اس کے علاوہ بھی کچھ درکار ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ ہے اس کی خوشبو کو پھیلانے میں عشق صادق اور جذبہ فراواں بڑا اہم کرادرادا کرتے ہیں۔ انور جمال لکھتے ہیں:

"پروین زینب سروری کے کلام میں عشق اور جذبے کی چھوٹ پڑتی دیکھی جاسکتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اہل ذوق ان کے نعتیہ شعر و سخن سے بہرہ مند بھی ہوں گے اور داد بھی دیں گے۔"(۳۵)

یہ ٹھیک ہے کہ دوسری شعری اصناف کی طرح نعتیہ شاعری میں بھی فنی ہنر مندی اور فکری دراکی اپنی ایک اہمیت رکھتی ہیں، لیکن حرف نعت محض فن شعر گوئی کا حاصل نہیں ہوتا۔

رسول اللہؐ سے محبت و عقیدت

سیدہ پروین زینبؔ سروری کے ایک نعتیہ کلام کے مطابق نبیِ مکرم ﷺ تمام انبیائے کرام کے رہبر اور آخری پیغمبر ہیں۔ ساتوں آسمان آپ ﷺ کی کی رحمت میں آتے ہیں۔ اوس بھی گنبد مبارکہ کو چومتی ہے۔ یومِ حشر کو بھی تمام انبیائے کرام آپ کو ہی التجائیں کریں گے۔ سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں:

سب رسولوں کے ہیں آپ ہی پیشوا
سیّدی مصطفیٰ خاتم الانبیاء
ہفت افلاک اُس سر زمیں پر فدا
جس کی آغوش ہے تیری آرام گاہ(۳۶)

اس نعت شریف میں سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں کہ آپ سب رسولوں کے پیشوا ہیں اور سرورِ کائنات ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جس زمین پر آپ ﷺ کا ظہور ہوا اور جہاں پر آپ آرام فرما ہیں اس پر ساتوں زمین و آسمان فدا ہیں۔ صبا ان کے سبز گنبد کو چومتی ہے۔ گھٹا وجد میں آپ کے روضہ اقدس کا طواف کرتی ہے۔ قیامت کے روز تمام انبیاء کی نظریں نبی کریم ﷺ سے التجا کریں گی اللہ کے رسولؐ سب کی سفارش کریں گے۔ آپ کا روضہ مبارک جب تک میری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے مجھے سکون ملتا ہے اور سب رنج والم بھول جاتے ہیں۔

نبی کریم کی عظمت و بڑائی

نعت میں نبی کریمؐ کی توصیف و تکریم کے ساتھ ساتھ عظمت و بڑائی بھی بیان کی جاتی ہے۔ کچھ لوگوں نے تو اپنے قلب و نظر پر نقاب ڈال رکھے ہیں لیکن وہ نظر جو آسمان کو چیر کر آسمانوں تک جائے وہ کوئی اور ہوتی

ہے۔ جس سحر نور کی بارش ہو رہی تھی اور آپ کا جلوہ ہر سو تھا اس کو صرف اہلِ دل نے ہی پہچانا۔ میری شاعری نبی کریم ﷺ کی مدحت سرائی بنی اگرچہ میرا باطن میرے ظاہر سے کچھ اور ہے۔ میں تمام زندگی تیری مدح سرائی کروں اور میری انگلیاں ہمیشہ تیری تعریف لکھتی رہیں۔ وہ لکھتی ہیں:

جب بھی طیبہ سے سر شام ہوا آتی ہے
ہم فقیروں کو درودوں کی صدا آتی ہے
لاکھ دیوانہ کہے سارا زمانہ مجھ کو
بس مجھے ساقیٔ کوثر کی ثنا آتی ہے(۳۷)

اگرچہ دنیا میں بہت سے ایسے شہر ہیں جو تعریف کے قابل ہیں لیکن شاہِ مدینہ کے شہر کی بات ہی الگ ہے۔

نبی کریمؐ کے معجزات کا بیان

اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو بہت سے معجزات عطا کیے تھے۔ آپ کا پسینہ خوشبودار تھا، آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا، معراجِ نبی اور شقِ قمر جیسے بھی کئی معجزے آپؐ کو عطا ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اہم ترین پیغمبر حضور اکرم ﷺ کو کئی معجزات سے نوازا۔ مذہبی شاعری کے تمام شعراء نے ان معجزات کا کم یا زیادہ تذکرہ ضرور کیا ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری کے نعتیہ کلام میں بھی اس طرح کی مثالیں ملتی ہیں۔ سیّدہ پروین زینؔب سروری لکھتی ہیں:

سحر دم صبا یہ خبر دے رہی ہے
کہ شاہِ زمن کی سواری چلی ہے
عدن کی ہواؤں میں خوشبو رچی ہے
فضا کیف و مستی میں سرشار سی ہے(۳۸)

سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں کہ بادِ صبا خبر دے رہی ہے کہ سرورِ کائنات کی سواری آ رہی ہے۔ فضا نبی کریم ﷺ کی خوشبو سے معطر ہے اور عرب و عجم آپ کے کرم سے مستفید ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ کی مسکراہت چٹکتی کلی کی طرح خوبصورت ہے اور آپ کے جسمِ اطہر سے گلابوں کی خوشبو آتی ہے۔ آپ ﷺ کی

شبیہ میں جمالِ خدا کی تصویر نظر آتی ہے۔ اگرچہ آسمان پر موجود ستارے، سورج اور چاند چمکدار اور تابناک ہیں لیکن جبینِ محمد ﷺ کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ آپ ﷺ کی جبینِ انور چاند سورج سے بھی دلکش ہے۔ عرش سے لے کر فرش تک ہر طرف فضا معطر ہے اور سلام و درود کی صدائیں آرہی ہیں۔ آپ کے ذکر سے ہی ہماری دعائیں شرفِ قبولیت حاصل کرتی ہیں۔ ہم ہمیشہ آپؐ کی یاد سے اپنے دل کو آباد رکھیں گے۔ یہ سب آپؐ کا کرم ہے کہ سیدہ پروین زینب سروری کو آپ کی نعت کہنے کی توفیق ملی ہوئی ہے۔

نبی کریمؐ کے حسن کا بیان

جس خدا نے انسان کو بہترین ساخت پر بنایا اس نے جن وانس کے سردارؐ محمد رسول اللہ کو کتنا حسن عطا کیا ہوگا۔ ایک مسلمان مؤمن کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی جانِ اطہر کا ذرّ ا سا عضو مبارک بھی باعثِ محبت، شفقت، فخر، کامیابی اور کامرانی ہے۔ اس کی حفاظت اور محبت میں جان دینا جبار کے یہاں جوابداری سمجھا جاتا ہے۔ سیّدہ پروین زینبؔ سروری نے اپنی اس عبارت کے اندر آقائے دو جہاں ﷺ کی عظیم ترین آنکھوں کی مدحت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بڑی شان وشوکت ہے کہ اُنھوں نے آپ ﷺ کی مہربان آنکھیں بنائیں۔ اُن کو دل فریب رنگوں سے سجایا۔ ویسے تو دنیا میں بہت ہی لوگ خوبصورت آنکھوں والے ہو گزرے ہیں لیکن یارسول اللہ ﷺ! آپ جیسی آنکھیں کہیں بھی دیکھی نہیں پائیں۔ ہیرے وچراغ بھی اتنے روشن نہیں ہیں جتنی آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں ہیں۔ آپ ﷺ کی آنکھیں ایک بار دیکھنے کے بعد کوئی دوسری آنکھیں دیکھنے کی ہمت نہیں رہتی۔ سیّدہ پروین زینبؔ سروری قادری اپنی ادنیٰ آنکھیں امامِ کائنات، آمنہ کے لال ﷺ پر قربان کرنے کی بڑی ہی خواہشمند ہیں۔ سیّدہ پروین زینبؔ سروری لکھتی ہیں:

مہرباں آپ کی یزداں نے بنائی آنکھیں
سُرخ ڈوروں سے شفق رنگ سجائی آنکھیں
یوں تو دنیا میں حَسیں ہوں گی بہت سی آنکھیں
آپ جیسی نہیں سرکار ! کسی کی آنکھیں (۳۹)

اس نعتیہ کلام میں سیدہ پروین زینب سروری آپ ﷺ آنکھوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بہت مہربان آنکھیں بنائی ہیں۔ ان آنکھوں میں سرخ ڈورے جیسے شفق نے فلک کو خوبصورت بنایاہو۔ یوں تو دنیامیں اور بھی حسین ہوں گے لیکن آپ جیسی حسین آنکھیں کسی کی نہیں ہوں گی۔ آپ ﷺ کی پاکیزہ اور پرنورآنکھوں پر درِ شہوارِ ارم قربان جائیں۔ جلوہ طور کی طرح آپ کی آنکھیں خوبصورت ہیں۔ جس نے بھی ایک بارآپ کو آنکھیں بھر کر دیکھ لیااس کی آنکھوں کو پھر کبھی کوئی دوسرا اچھا نہیں لگتا۔ آپ ﷺ کی آنکھوں کی چمک سے ہیروں کی روشنی بھی ماند پڑ جائے۔ آپ ﷺ کی آنکھیں روشنی سے بھرپور ہیں اور پرنور غزالی آنکھیں ہیں۔ سبھی حسین آنکھوں نے آپ ﷺ کی آنکھوں کی بلائیں لیں۔ جس نے ایک بارآپؐ کی آنکھوں کو دیکھ لیاتووہ قیامت تک کے لیے آپؐ کی آنکھوں کااسیر ہوجاتاہے۔ جس نے ان اس نورِ جہاں تب کی آنکھوں کوایک باردیکھاتوتصور میں ان آنکھوں کی تصویر بنالیتے ہیں۔ مجھے جب خیالوں میں وہ پیاری آنکھیں نظر آئیں تودل چاہتاہے کہ میں سداآپ کے گیت لکھتی رہوں۔ آپ ﷺ کی آنکھیں دلنشین، دلکش اور حسین بنائی ہیں۔ یہ آنکھیں اپنی خوبصورتی اوردلکشی میں بے مثل بنائی ہیں۔ آپ ﷺ کی مسکان سے دل کے غنچے کھل اٹھتے ہیں۔

آپ ﷺ کی دید سے آپ ﷺ سے محبت کرنے والوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ اے رسولِ عربی، اللہ کی قسم ہمیں پورےعالم میں کسی کی آنکھیں اتنی خوبصورت نہیں لگیں۔ آپ ﷺ کی دید کرنے کو محبوں نے اپنی آنکھیں آپ ﷺ کے قدموں میں رکھی ہوئی ہیں۔ سب محبّان آپ کی دہلیز پراپنی آنکھیں بیچتے ہیں اوربدلے میں آپ ﷺ کی دید کی پیاسی آنکھیں مانگتے ہیں۔ آپؐ کی فرقت سے دل پارہ پارہ ہوگیاہے اور سوزِ فرقت سے ہماری آنکھیں بھر آئیں ہیں۔ جب آپ ﷺ کی پیاری آنکھیں ہمارے سامنے ہوں توروح پرایک وجدطاری ہوجاتاہے۔ آپ ﷺ کادیدار ظاہری آنکھوں سے نہیں کیاجاسکتا۔ آپ ﷺ کے دیدار کے لیے زینبؔ نے اپنی آنکھیں قربان کی ہیں۔

عشقِ رسولؐ کا پرتو

عشقِ رسول کے بغیر نعت گوئی کی ہی نہیں جاسکتی۔ عشقِ رسولؐ اسلام کی بنیادہے اورایمان کاحصہ ہے۔ عشقِ رسولؐ کے بغیر نعت گوئی کاتصور نہیں کیاجاسکتا۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے فرض بنتاہے کہ جان سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کی جائے چاہے کتنی بھی قربانی دینی پڑے۔ بدقسمت ہیں وہ لوگ جو سوچنے اور

سمجھنے سے قاصر ہیں۔ نور کے نظارے کو سیانے لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ یہ کوئی ایسے ویسے کے بس کی بات نہیں ہے۔ سیدہ پروین زینّب سروری کو ظاہری طور پر تو لوگ کسی دوسرے درجے میں دیکھتے ہیں لیکن اُن کی شاعری خالص پیغمبر اسلام سے پیار و محبت سے بھری پڑی ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں:

سوز ہو دل میں تو آہوں کا اثر کچھ اور ہے
حوصلہ کرائے دلِ حیراں سفر کچھ اور ہے
جانبِ منزل گئے تو ہیں ہزاروں راستے
کیا کہوں اے دل یہ رستہ، رہ گزر کچھ اور ہے(۴۰)

اس نعت میں سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں کہ اے دل حوصلہ نہ ہارو تیری آہیں اور سوز ضائع نہیں جائے گا۔ اس سفر کے راستے ہزاروں ہیں لیکن منزل ایک ہی ہے۔ اس سفر میں منزل لازمی ملتی ہے۔ سبز گنبد کے مکین ﷺ پر درودوسلام پڑھتے رہو اور اس حرمت والے شہر کے بام ودر کے نظاروں سے اپنی آنکھوں کو تر و تازہ کرو۔ افق پر طیبہ کا منظر اپنا پرتو دکھاتا ہے اور دل کے آئینے میں منعکس ہو کر دل کو سکون و سرور دیتا ہے۔ عشق کی چنگاریاں سلگنے سے دل کو سکون ملتا ہے اور جب یہ شعلہ بن جائے تو سوزِ عشق کا اپنا ہی لطف ہے۔

نعت گوئی کا الہام

اُس شاعری کو آفاقی حیثیت حاصل ہوتی ہے جو کہ الہام کا درجہ رکھتی ہو۔ شعری الہام کا دعویٰ تو اکثر شعرا کرتے ہیں۔ سیدہ پروین زینب سروری کہتی ہیں کہ مجھ پر نعت گوئی کا الہام ہوتا ہے اور نعتیہ شعر خود بخود موزوں ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ سیدہ پروین زینّب سروری کا بھی یہی خیال ہے کہ اُن پر نبیِ آخر الزماں ﷺ کی رحمت و شفقت ہی ہے کہ شعر کہنے لگتی ہیں۔ اُن کی شاعری اُن پر الہام ہوا کرتی ہے۔ سیدہ پروین زینّب سروری نے اپنی شاعری کے اندر محاورتاً قرآنِ کریم کی آیت کو بھی اپنے نعتیہ کلام کے اندر استعمال کیا ہے اور بتاتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی عظمت کی کوئی مثال نہیں دی جاسکتی چوں کہ شخصیت سازی شروع بھی حضور اکرم ﷺ سے ہوتی ہے تو انتہا بھی اُنہیں پر ہوتی ہے۔ پیغمبران کا آپس میں موازنہ تو نہیں کیا جاسکتا لیکن پھر بھی آخری پیغمبر ﷺ کو امام الانبیاء کا درجہ حاصل ہے۔

ماضی کی اُمتوں سے نسبتاً اس اُمتِ محمدیہ کو اکیلی اور درمیانی اُمت کا درجہ دیا گیا ہے۔ یعنی موجودہ اُمت کا بھی کوئی ثانی نہیں ہے چوں کہ یہ اُمت حضورانور ﷺ کی اُمت ہے۔ حضوراکرم کی شخصیت جمال وکمال سے بھری ہوئی ہے۔ اُن کی ملاحت دل ودماغ کو کھول دیتی ہے۔ وہ بندہ ہی آخرت کا من موہن مستقل ٹھکانہ حاصل کر سکتا ہے جو حضور ﷺ کی محبت میں سرخرو ہوا۔ آخری پیغمبر ﷺ ان گنت خوبیوں کے مالک تھے۔ اُن کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ ہر حال میں رب سے راضی رہا کرتے تھے۔ آج بندے کو ایک روٹی نہ ملے تو کتنی ناشکری کرتا ہے مگر نبی نے فاقوں پر بھی فخر کیا۔ غربت پر غرور بھی اُن کی طاقت و دولت کا بہانا بنا رہا۔ آپ ﷺ کو اپنی ذات کی اتنی فکر نہیں تھی جتنی اُمت کے لئے تڑپ تھی۔ سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں:

شعروں کا ہے نزول کہ رحمت حضور کی
اِلہام ہوگئی مجھے مدحت حضور کی
پڑتی رہے نگاہِ کرم اُن کی بار بار
ہوتی رہے مدام عنایت حضور کی(۴۱)

اس نعت میں سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی تعریف وتوصیف کرنا آپ ﷺ کے فضل وکرم سے ہی ممکن ہے ورنہ انسان کے بس کی یہ بات نہیں ہے۔ اگر آپ ﷺ کی رحمت شاملِ حال رہے تو نعت کا سلسلہ یونہی چلتا رہے گا۔ قرآن بھی آپؐ کے کرداراور عظمت کی گواہی دیتا ہے۔ قرآن میں لکھا ہے کہ اللہ نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ دنیامیں آپؐ بے مثال ہیں۔ تمام انبیاء کرام کے آپ پیشوااورامام ہیں اور سب سے افضل ہیں۔ اسی طرح سب امتوں میں امتِ محمدیہ بھی خاص ہے۔ آپؐ صاحبِ جمال اور کمال ہیں۔ حضور ﷺ کی مدحت انسانی دلوں کو تسخیر کر لیتی ہے اور عشقِ نبی کا ڈنکا ساری دنیامیں بجتا ہے۔ اللہ کی طرف سے بھی وہی جنت کا حق دار ہے جس کے دل میں نبی کریم ﷺ کی محبت جلوہ افروز ہو گی۔ حضور ﷺ کو فقر سے پیار ہے اور آپ نے فقر پر فخر کیا ہے۔ قیامت کے روز جب کوئی سایہ نہیں ہو گا نبی کریم ﷺ اللہ کے حضور اپنی امت کے لیے سفارش کریں گے اور اپنی رحمت میں لیں گے۔ آپؐ کی ذات رحمت العالمین ہے۔ آپؐ نے اپنی امت کے لیے بہت گریہ وزاری کی ہے اور وہ لوگ خوش بخت ہیں جنھیں حضورؐ کی شفاعت نصیب ہو گی۔

قرآنی تعلیمات کا بیان

سیدہ پروین زینب سروری کے نعتیہ کلام کا فکری مطالعہ کیا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ انھوں نے تلاوتِ کلامِ پاک کے دوران حمدیہ و نعتیہ شاعری کی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے سچ، حق و صداقت کے جو نقوش چھوڑے اُن کی اِس انسانی معاشرے کے اندر کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ ﷺ انتہائی باذوق اور باکمال شخصیت کے حامل تھے۔ آپ ﷺ اصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذہن، ذوق اور شوق دیکھ کر اُن کو ذمہ داریاں اور تربیات دیا کرتے تھے۔ ایک عقلِ کُل ہستی ہونے کے ناطے اُن ﷺ کی ماضی، حال اور مستقبل پر پوری پوری نظر ہوا کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ پر دنیا کی ہر چیز قربان ہونے میں اپنا افتخار محسوس کرتی ہے۔ آپ کی گفتار، کردار و فصاحت کی کیا بات کی جائے؟ تبسمِ نبوی ﷺ کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ گلشنوں میں بھی رونقیں آجاتی ہیں۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید کے اندر اللہ تعالیٰ خود حضرت محمدؐ مصطفیٰ ﷺ کی عظمت و دانائی کی گواہی دیتا ہے اور انسانیت کو اُسوۂ حسنہ کو اختیار کرنے کے احکامات صادر فرماتا ہے۔ شعرائے کرام کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ اپنی شاعری کو مدلل بنانے کے لئے قرآن و سُنت سے بھی عبارات اخذ کیا کرتے ہیں۔

سیدہ پروین زینؔب سروری نے بھی اپنے کلام کے اندر اس قسم کی تکنیک استعمال کی ہے۔ قرآنِ کریم کی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیشن گوئی کی تھی کہ اُن کے بعد ایک پیغمبر آئیں گے جو بہت ہی مقبول، معروف اور منجھے ہوئے (احمد ﷺ) ہوں گے۔ اس قسم کی پیشن گوئیاں دنیا کی اور بھی مذہبی کتب میں موجود ہیں جن کا سیدہ پروین زینؔب سروری نے اپنی شاعری میں تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

اے نازشِ کُل، فخرِ رسالت، ترے قرباں
اے رشکِ اِرم، حُسنِ صداقت، ترے قرباں
ہر دور کا سچ اور فضیلت ترے قرباں
قَرنوں سے زمانوں کی بصیرت ترے قرباں (۴۲)

سیدہ پروین زینب سروری اس نعت میں لکھتی ہیں کہ ساری کائنات کو آپؐ پر ناز ہے اور رسولوں کو آپ پر فخر ہے۔ جنت بھی آپ پر رشک کرتی ہے۔ زمانے کی بصیرت آپ پر قربان ہو آپ صادق اور امین ہیں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! تجھ پر لاکھوں درود و سلام ہو۔ آپؐ حسن و وجاہت میں بے مثال تھے اور آپ کے اخلاق

اور گویائی بھی اپنا ثانی نہیں رکھتی ہے۔ آپ کی گفتگو کی مٹھاس اور فصاحت پر قربان جاؤں قرآن میں بھی ربِ کائنات آپ کی ثنا بیان کرتا ہے۔ اے سرورِ کونین ﷺ تیری عظمت و رفعت پر قربان جاؤں زمان و مکان میں تیرے چہرے جیسا پرنور چہرہ کسی کا نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی مسکان سے جنت کے باغوں میں پھول کھلتے ہیں اور قرآن آپ کے اعلیٰ اخلاق کی گواہی دیتا ہے۔ مخلوقِ خدا تیری عظمت کے گن گائیں اورآپ کے ذکر کے بغیر عبادت بھی مقبول نہیں ہو سکتی۔ سب نبیوں نے آپ ﷺ کے آنے کی بشارت دی اور تمام الہامی کتب آپ کی تعریف و توصیف کی گواہی دیتی ہیں۔ جو عاشق ہیں انھوں نے درِانور کو عقیدت سے چوما اور دلوں کو آپؐ کی محبت سے منور کیا۔ آپؐ کے روضہ اقدس پر میرا دل قربان اور میرے دل کی کیا حالت ہوئی یہ میں ہی جانتی ہوں۔

نعتیہ کلام میں صفاتِ نبی ﷺ کا ذکر

سیّدہ پروین زینبؔ سروری نے اپنی اس نعتِ رسُول مقبول ﷺ کے اندر نبی کریم ﷺ کی صفات، القاب اوراسمانِ گرامی گنوانے کی کوشش کی ہے جس میں روایات، تشبیہات اوراستعارات کا زبردست استعمال کیا گیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ اے پیغمبر اسلام ﷺ! آپ کو یاسین، مزمل، خیر البشر، مرسلین کے قائد، خاتم النبیین، رہبر اعظم، نافع کو نہال کرنے والا، عرفان کا خزانہ، دجیٰ کا چاند یا کائنات کا لال کہا جائے؟ چوں کہ آپ کے القاب و اوصاف گھٹنے کے نہیں ہیں۔ آپ ﷺ دنیا کی اکیلی ہستی ہیں جن کی شخصیت کا احاطہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔بس دعا ہے کہ اچھے سے اچھے القاب سے یاد کرنے کی زباں کو طاقت عطا ہو۔ سیّدہ پروین زینبؔ سروری لکھتی ہیں:

یاسین کہوں ، مزمل وطٰہٰ کہوں تجھے
خیر البشر کہوں شہِ والا کہوں تجھے
ہے دانشِ رسا سے وَرا تیری ذاتِ پاک
لاؤں کہاں سے ایسا کہ تجھ سا کہوں تجھے[۴۳]

اس طویل نعت میں سیدہ پروین زینب سروری آپ ﷺ کے مختلف القاب کا اعادہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ آپ کو یاسین کہوں، مزمل وطٰہٰ کہوں یا خیر البشر کہوں۔ آپ ﷺ کی تعریف کے لیے میں الفاظ کہاں سے لاؤں

اوراتنی فہم وفراست کہاں سے لاؤں کہ تیری نعت لکھنے کا حق ادا کروں۔ آپ کو رسولوں میں یکتا واعلیٰ کہوں؟ اے کاش! مجھے الہام ہو کہ میں آپ ﷺ کو کس لقب سے پکاروں۔ تیرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ آپ خاتم النبیین ہیں اور میں کائنات کے وجود میں آنے سے پہلے سے موجود ہیں۔ تو ایسے میں آپ ﷺ کو خاتم کہوں یا پہلا کہوں! آپؐ بادشاہوں کے بادشاہ ہیں اور رہبر اعظم ہیں۔ جن وانس بھی جس پر رشک کریں آپ خدا کا وہ نور ہیں۔ جس لقب سے خدا خوش ہو جائے ایسے کس لقب سے پکاروں، اے کاش !مجھے الہام ہو جائے کہ میں آپ کو کس نام سے پکاروں۔ آپ کے وجود میں آنے سے ہی یہ کائنات وجود میں آئی۔ تمام جہانوں کے وجود میں آنے کی آپ وجہ ہیں۔ آپ ﷺ کو تمام بشر پر فوقیت حاصل ہے اورآپ ﷺ کا ہر وصف باکمال ہے۔ آپ علم وعرفان کے خزانہ ہیں۔ آپ ﷺ کے اس دنیا سے آنے سے ظلمتیں ختم ہو گئیں اورآپ کو مہر تابناک کہوں یا نور کا جلوہ کہوں۔ آپ ﷺ کو بدالدجیٰ کہوں یا شمس والضحیٰ لکھوں، اے کاش! مجھے الہام ہو جائے کہ میں آپؐ کو کس لقب سے پکاروں۔ آپؐ کے نور سے ذرے بھی تابناک ہیں آپ کو عرشِ عظیم کا وہ ستارہ لکھوں۔ اگرچہ یوسف علیہ السلام کے حسن کے قصے مشہور ہیں۔ لیکن آپ کے حسن کا سراپا دیکھ کر یوسف علیہ السلام بھی اپنا سر آپؐ کے حضور جھکائیں۔ آپ ﷺ کو خوشبو لکھوں یا گلِ رعنا لکھوں، اے کاش !مجھے الہام ہو جائے کہ میں آپ کو کیا لکھوں۔ آپ ﷺ حسن وجمال اور خلق وعمل میں آپ بے مثال ہیں۔ آپ کو صبح کا اجالا کہوں، خدائے بزرگ وبرتر کے بعد آپ سید البشر ہیں۔ اے اللہ کے حبیب ﷺ مجھے حکم دیجیے میں آپ کو کس نام سے پکاروں۔ میں آپ ﷺ کو لاریب کائنات کا دولہا لکھوں۔ اے کاش مجھے الہام ہو جائے کہ میں آپ کو کس نام سے پکاروں۔ آپ سخاوت کے سمندر ہیں اورآپ کی بخشش ورحمت انتہا کی ہے۔ روئے زمین پر آپ خدا کا جلوہ ہیں۔ آپ ﷺ کے ذکر سے روح ودل کو تسکین ملتی ہے۔ کیا میں آپ کو سرمدی سرور کا دریا کہوں۔ آپ رب کائنات کی مشیتوں کا اشارہ ہیں۔ میری دعا ہے کہ مجھے الہام ہو جائے کہ میں آپ کو کس نام سے پکاروں۔

سیدہ پروین زینؔب سروری قادری کی جانب سے اپنی دونوں کتب 'تسبیحِ نور' اور 'حریمِ نور' کے اندر امامِ کائنات، احمد مجتبیٰ ﷺ کی شخصیتِ مبارکہ کے بہت سارے پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔ پیشوا، خاتم الانبیاء کی بے مثال ہستی کا جتنا بھی تذکرہ کیا جائے کم ہے۔ نعتیہ شاعری خود ایک درود کا درجہ رکھتی ہے جس کے وسیلے سے معرفت پر زور دیا جاتا ہے اور پیغمبر اسلام سے اُنسیت کو اور بھی تقویت دی جاتی ہے۔ آپ

ﷺ کی شخصیت کی قدر کرنے اور سُنتِ مبارکہ پر عمل کرنے کی ترغیب بھی دی جاتی ہے۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری نے بھی روضہ ءانور پر حاضری جیسے دل فریب عمل کو بہت ہی اہمیت دی ہے اور ہر مسلمان کی خواہش بھی ہوتی ہے کہ ضرور بہ ضرور روضہ رسول پر حاضری دے اور آقائے دوجہاں ﷺ سے قربت حاصل کرے۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری نے بھی اپنی نعتیہ شاعری کے اندر اس حوالے سے بے حد پرچار کیا ہے اور ان کی نعت گوئی سے پیغمبر پاک ﷺ سے من کی محبت دوبالا ہو جاتی ہے۔ اگر اوصافِ نبی ﷺ، طلبِ دیدار، صلوٰۃ ودرود کے ذکر جمیل، روضۂ انور، دراقدس پر حاضری کی مثالیں دینے پر آیا جائے تو پھر یہاں پر پوری کی پوری نعتیں پیش کرنا پڑیں گی چوں کہ سیّدہ پروین زینبؔ سروری کی ساری کی ساری نعتیہ شاعری انہی خیالات وافکار سے بھری پڑی ہے۔ 'سب رسولوں کے ہیں آپ ہی پیشوا'، 'سبز گنبد تیرا چومتی ہے صبا'، 'وجد میں جھومتی پھر رہی ہے گھٹا'، 'سامنے روضۂ رسول پاک جب تک رہے، بھول جاتے ہیں سب رنج و غم باخُدا' وغیرہ اس سلسلے کے دلائل اور حوالے ہیں۔

۲۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری کی نعت گوئی کا فنی مطالعہ

سیدہ پروین زینب سروری کی نعت گوئی کا فنی مطالعہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل جہات سامنے آتی ہیں:

صنائع وبدائع کا استعمال

"صنایع بدایع" ایسے علم کو کہا جاتا ہے جس سے عبارت کے اندر کمال درجے کی روانی ہو اور الفاظ پھر ذہن پر اُترتے جائیں، بولنے میں کوئی ہچکاہٹ نہ ہو۔ سیدہ پروین زینب سروری نے اپنی نعتیہ شاعری میں بہت ہی خوب صورت انداز میں روح پروری کی ہے، میٹھے میٹھے الفاظ اور فقروں سے حظ حاصل کرتے جی بھرتا نہیں۔ اُن کا انداز بیاں بندہ کو لاجواب کر دیتا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

نہ جواب ہے نہ مثال ہے
تو کمالِ حُسن و جمال ہے
تیرا چہرا ماہِ منیر ہے
تیری ابروؤں میں ہِلال ہے[۴۴]

سیدہ پروین زینب سروری کے نعتیہ کلام میں جذبوں کی رفعت اور خیالات کی پاکیزگی ہے۔ آپ لکھتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے حسن وجمال کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کی طرح تابناک اور خوبصورت ہے۔ آپ ﷺ کی ابروؤں میں ہلال کی خوبصورتی اور جلال ہے۔ آپ کے مقام کا پہچاننا انتہائی محال ہے۔ عام آدمی تو آپ کے مقام ومرتبے کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے بعد ہمیں آپ کا ہی سہارا ہے۔ آپ کے علاوہ اس دنیا میں ہمارا کوئی سہارا نہیں ہے۔ قیامت تک آپ ﷺ کی بادشاہی اور راہبری ہمیشہ قائم رہے گی۔ آپ ﷺ کی حکومت ہمیشہ قائم رہے گی۔ اس کائنات میں لامکاں کو اپنے آپ پر ناز ہے لیکن اسے کوئی جاکر خبر دو کہ مکاں کو بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں پر نبی کریم ﷺ جلوہ افروز ہیں۔ یہاں عشق کا مزاج بھی نرالا ہے۔ یہاں ہجر میں بھی وصال کے مزے ہیں۔

قافیہ وردیف کا استعمال

اگرچہ شاعری میں قافیہ وردیف کی پابندی لازمی نہیں ہے لیکن نعتیہ کلام جسے لے میں پڑھنا یا سنانا ہوتا ہے اسے قافیہ وردیف چار چاند لگادیتے ہیں۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری نے اپنی نعتیہ شاعری کے اندر روزن بحر اور قافیہ وردیف کو ترجیحات میں رکھا ہے۔ کم الفاظ سے زیادہ استفادہ کیا گیا ہے تاکہ قاری نعت پڑھتے پڑھتے اٹکنے سے بھی بچ جائے اور رواں بیاں رہے۔ سطور زبان کے لئے سہل ہوں۔ سیّدہ پروین زینبؔ سروری لکھتی ہیں:

سب رسولوں کے ہیں آپ ہی پیشوا
سیّدی مصطفیٰ خاتم الانبیاء(۴۵)

سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں کہ آپ ﷺ سب رسولوں کے پیشوا اور امام ہیں۔ آپؐ ہمارے سردار اور خاتم النبیین ہیں۔ ساتوں آسمان اس سرزمین پر فدا ہونے کو تیار ہیں جہاں آپ ﷺ کا روضہ مقدس ہے۔ صبا آپ کا سبز گنبد چومتی ہے اور گھٹا وجد میں جھومتی پھر رہی ہے۔ قیامت کے روز سبھی انبیا کرام ملتجی نگاہوں سے آپ ﷺ کی جانب دیکھیں گے اور اللہ کے حضور سفارش کی درخواست کریں گے۔ آپ ﷺ کا روضہ جب تک آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے سبھی غم والم بھول جاتی ہوں۔

ایک اور جگہ وہ لکھتی ہیں:

جب بھی طیبہ سے سر شام ہوا آتی ہے
ہم فقیروں کو درودوں کی صدا آتی ہے
لاکھ دیوانہ کہے سارا زمانہ مجھ کو
بس مجھے ساقیٔ کوثر کی ثنا آتی ہے(۴۶)

اس نعت میں وہ لکھتی ہیں کہ جب بھی سر شام وہوا آتی ہے تو وہ مدینہ سے درود وسلام کی صدائیں لاتی ہیں۔ بے شک لوگ مجھے دیوانہ کہتے رہیں مجھے تو بس شاہِ مدینہ ﷺ کی ثناخوانی ہی آتی ہے۔ صبح کے وقت جب مدینے سے صبا آتی ہے تو تیرے لطف وکرم کی شبنم سے ہمیں تروتازہ کر دیتی ہے۔ جب تک خاکِ مدینہ اپنی نگاہوں میں نہ بسالوں اس وقت تک آپ کی مدحت وتوصیف نہیں کی جاسکتی۔ مجھے تو بس اپنے روضے کی جالیوں کو چوم لینے دو کیوں کہ میرا دل آپؐ کے لیے تڑپتا ہے۔ میری دیرنہ خواہش ہے کہ مجھے موت آپ ﷺ کے قدموں میں آئے۔ سب مل کر درود وسلام پڑھو کیوں کہ طیبہ کی فضامیں پاکیزگی اور عقیدت ہے۔ اپنی سانسوں کو بھی ادب کاپابند کرلو۔ یہ اداتو کسی کسی کو آتی ہے۔ سبز گنبد سے لپٹ کر اپنی قلب وروح کو آباد کرناچاہیے۔ ہم آپ ﷺ سے وعدہ کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی حرمت پر کبھی آنچ نہیں آنے دیں گے۔ ہمیں رسمِ وفا آتی ہے۔ جو گھٹا بھی مدینہ سے آتی ہے ہمارے دل کو آپ کی یاد سے بھگو جاتی ہے۔ ہمیں توبس آپ ﷺ کا دیدار نصیب ہو جائے حور وغلماں سے ہمیں کیالینا۔

تلمیحات کا استعمال

تلمیحات کلام کو جامع بنانے کے ساتھ ساتھ خوبصورت بھی بنادیتی ہیں۔ سیدہ پروین زینب سروری کی نعت گوئی میں تلمیحات کثرت سے استعمال ہوئی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ مدینہ منورہ کی ہواؤں کی خاص بات یہ ہے کہ اُن میں سے درود وسلام کی آواز سی آتی ہے۔ جتنے منہ اُتنی باتیں کی جاتی ہیں مگر مسلماں کے دل ودماغ پر نبی کی تعریف طاری ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ سے آنے والی صبااُن کے لئے لطف وکرم کی اوس لاتی ہے۔ سیدہ پروین زینبؔ نے کیاتشبیہہ دی ہے۔ اُن کے لئے تو مدینے کی خاک بھی سُرمہ کی مانند ہے۔ اس کے بعد جو مدح واوصاف گوئی ہوتی ہے تو اُس کامزاہی دوبالاہو جاتاہے۔ ہر مسلمان کی طرح سیدہ پروین زینبؔ سروری کادل بھی

روضۂ رسول کے یہاں حاضری دینے کے لئے بے تاب رہتا ہے اور اگر اُن کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ نبی کے قدموں میں ہو جاوے تو پھر تو سونے پہ سہاگا ہو جاتا ہے۔

سیدہ پروین زینؔب سروری کی آہ وفغاں میں آپ کو نبی کا ذکر ہی ملے گا۔ لبوں پر دوسری بات نہیں ہوتی اُن کے۔ قرآنِ حکیم کے اندر آتا ہے کہ مؤمنو! اپنی آوازیں نبی کریم ﷺ کی آوازوں سے ہلکی رکھیں۔ اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے سیدہ پروین زینؔب سروری نے سانس لینے میں بھی ادب واحترام کی تلقین کی ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ اُن کی قرآنِ کریم پر بھی گہری نظر ہے۔ ایک مسلمان کے لئے نبی سے اپنی جان سے زیادہ محبت رکھنا لازم ہے چوں کہ آپ ﷺ نے بھائی چارگی کی جو فضا قائم کی اُس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ حضور اکرم ﷺ کی جو لطیف ورحیم خوبیاں ہیں اُن سے دل بھی بارانِ رحمت کی طرح تر ہو جاتے ہیں۔ امامِ کائنات ﷺ پر اللہ تعالیٰ خود بھی درود بھیجتے ہیں۔ گنبد خضریٰ سے آنے والی صبا دل ودماغ پر دوگنے اچھے اثرات ڈالتی ہے۔ نبی انتہائی اچھے کردار کے حامل تھے اس لئے تو سیدہ پروین زینؔب بھی اُن کے گن گا رہی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں: سیّدہ پروین زینؔب سروری لکھتی ہیں:

یاسین کہوں ، مزمل وطٰہٰ کہوں تجھے
خیر البشر کہوں شہِ والا کہوں تجھے
ہے دانشِ رسا سے وَرا تیری ذاتِ پاک
لاؤں کہاں سے ایسا کہ تجھ سا کہوں تجھے(۴۷)

ایک اور جگہ وہ لکھتی ہیں:

جب بھی طیبہ سے سر شام ہوا آتی ہے
ہم فقیروں کو درودوں کی صدا آتی ہے
لاکھ دیوانہ کہے سارا زمانہ مجھ کو
بس مجھے ساقیٔ کوثر کی ثنا آتی ہے(۴۸)

اس نعت میں وہ لکھتی ہیں کہ جب بھی سر شام ہوا آتی ہے تو وہ مدینہ سے درود و سلام کی صدائیں لاتی ہیں۔ بے شک لوگ مجھے دیوانہ کہتے رہیں مجھے تو بس شاہِ مدینہ ﷺ کی ثناخوانی ہی آتی ہے۔ صبح کے وقت جب مدینے سے صبا آتی ہے تو تیرے لطف و کرم کی شبنم سے ہمیں تر و تازہ کر دیتی ہے۔ جب تک خاکِ مدینہ اپنی نگاہوں میں نہ بسالوں اس وقت تک آپ کی مدحت و توصیف نہیں کی جاسکتی۔ مجھے تو بس اپنے روضے کی جالیوں کو چوم لینے دو کیوں کہ میرا دل اُن کے لیے تڑپتا ہے۔ میری دیرینہ خواہش ہے کہ مجھے موت آپ ﷺ کے قدموں میں آئے۔ سب مل کر درود و سلام پڑھو کیوں کہ طیبہ کی فضا میں پاکیزگی اور عقیدت ہے۔ اپنی سانسوں کو بھی ادب کا پابند کر لو۔ یہ ادا تو کسی کسی کو آتی ہے۔ سبز گنبد سے لپٹ کر اپنی قلب وروح کو آباد کرنا چاہیے۔ ہم آپ ﷺ سے وعدہ کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی حرمت پر کبھی آنچ نہیں آنے دیں گے۔ ہمیں رسمِ وفا آتی ہے۔ جو گھٹا بھی مدینہ سے آتی ہے ہمارے دل کو آپ کی یاد سے بھگو جاتی ہے۔ ہمیں تو بس آپ ﷺ کا دیدار نصیب ہو جائے حور و غلماں سے ہمیں کیا لینا۔

سراپا نگاری

سراپا نگاری شاعری کی کوئی الگ سے ہئیت نہیں ہے بلکہ ایسے مجموعے کو 'سراپا" کہا جاتا ہے جس میں شاعر اپنے محبوب کے حسن کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ سراپا نگاری کے بارے میں شمیم احمد لکھتے ہیں:

> "اشعار کے ایسے مجموعے کو سراپا کہتے ہیں جس میں شاعر معشوق کے حسن کا تفصیلی اور مکمل جزئیات کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اس میں معشوق کے تمام اجزائے جسمانی کا ذکر 'سر سے پاؤں تک' اس طرح کیا جاتا ہے کہ معشوق کی ایک نہایت دلکش و دل فریب تصویر ابھر آتی ہے۔ اس میں معشوق کے لباس کی سج دھج، آرائش اور قد و قامت کا ذکر بھی شامل ہوتا ہے۔ سراپا کی خوبی یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک تمام اجزائے جسم کا ذکر بے تکلف لیکن نفاست سے کیا جائے"۔ (۴۹)

سیدہ پروین زینب سروری اپنی شاعری میں نبی کریم ﷺ کے سراپا کی ایسی تصویر کشی کرتی ہیں کہ نظروں کے سامنے آپؐ کا سراپا آجاتا ہے۔ اگرچہ حضور ﷺ کے اجمالی اوصاف کا احاطہ ناممکن ہے لیکن سیدہ پروین زینب سروری اپنی سراپا نگاری سے کوشش کرتی ہیں اور ہمیں حضور ﷺ کے جلوے دکھاتی ہیں:

تم سا محبوبؐ کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں
مہرباں رب نے کوئی اور بنایا ہی نہیں
روئے تاباں کی ترے گیسوئے دوتا کی قسم
تجھ کو چاہا تو کسی اور کو چاہا ہی نہیں (۵۰)

سیدہ پروین زینب سروری نے نعتوں میں حضور اکرم ﷺ کی سراپا نگاری کو جگہ جگہ پیش کیا ہے۔ اپنی ایک نعت میں وہ نبی کریم ﷺ کی آنکھوں کا سراپا پیش کرتے ہوئی لکھتی ہیں:

دل یہ چاہے کہ سدا گیت میں ان کے لکھوں
دلنشیں ، دلبر و دلکش ہیں نرالی آنکھیں
کس قدر خوب ہیں پلکوں پہ یہ ابرو کے ہلال
رب نے بے مثل بنائی ہیں تمھاری آنکھیں (۵۱)

اس نعت میں نبی کریم ﷺ کی آنکھوں کو سراپا پیش کیا گیا ہے۔ انداز اس قدر دلربا اور عمدہ ہے کہ تصور میں آپؐ کی خوبصورت آنکھیں دکھائی دیتی ہیں۔

نعتوں میں غنائیت

سیدہ پروین زینب سروری کے نعتیہ کلام کا ہر شعر موسیقی کی ایک لہر ہے۔ ان لہروں کا امتزاج سرور و کیف میں ڈوبا لگتا ہے۔ چھوٹی بحر میں نعتیں سلاست، فصاحت اور سادگی اظہار میں بے مثل ہیں۔ بڑی بحریں بلیغ الفاظ اور خوبصورت تراکیب کے ساتھ موسیقیت سے لبریز ہیں۔ گویا کسی رباب سے موسیقی کی پھوار برس رہی ہو۔ وہ لکھتی ہیں:

تری توصیف عادت ہو گئی ہے
ثنا گوئی عبادت ہو گئی ہے
بنا ہے قلب مضطر طورِ سینا
مدح زندہ کرامت ہو گئی ہے

یہاں بھی ہے مجبوؐں پر وہاں بھی
تری نظر عنایت ہو گئی ہے(۵۲)

سیدہ پروین زینب سروری کی نعتوں میں ایک طرح کی موسیقیت اور غنائیت ہے۔

تشبیہات واستعارات کا استعمال

سیدہ پروین زینؔب سروری نے بھی اپنی نعتیہ شاعری میں کئی جگہوں پر تشبیہہ نگاری اوراستعارہ نگاری کا استعمال کیاہے۔ 'نعت نہیں روح کا کلام'، 'ہفت افلاک اُس سرزمیں پر فدا'، 'سبز گنبد تیرا چومتی ہے صبا'، 'وجد میں جھومتی پھررہی ہے گھٹا'، 'سحر دم صبا یہ خبر دے رہی ہے'، 'سراپا جمالِ خُدا کی ہے مظہر'، 'اُفق پر دور سے طیبہ کا منظر منعکس'، 'سُلگنے کو ہیں سوز عشق سے چنگاریاں'، 'نور کی بارش ہے یکا یک چار سُو'، 'ساتھ لاتی ہے ترے لُطف وکرم کی شبنم'، 'صبح دم جب بھی مدینے سے صبا آتی ہے'، 'فرش تا عرش معطر ہے درودوں سے فضا' اور کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

زبان وبیان کو دھیان میں رکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ سیدہ پروین زینؔب کی زبان انتہائی سادہ، سلیس، سہل، عام فہم اوراخلاقیات سے آراستہ ہے۔ ان کا اسلوب انتہائی سہل اورآسان ہے۔ اُسوۂ حسنہ کو پوری پوری کوشش کے ساتھ اچھے سے اچھا پیش کیا گیاہے۔ بیان میں بہت ہی روانی ہے۔ تجنیس کا بھی کافی خیال رکھا گیاہے۔ سیّدہ پروین زینؔب سروری لکھتی ہیں:

سحر دم صبا یہ خبر دے رہی ہے
کہ شاہِ زمن کی سواری چلی ہے
عدن کی ہواؤں میں خوشبو رچی ہے
فضا کیف ومستی میں سرشار سی ہے(۵۳)

سیّدہ پروین زینؔب سروری کی جانب سے نعتیہ شاعری میں تلمیح یا رموز کا بھی خصوصی خیال رکھا گیاہے۔ محاورتاً آیاتِ کریمہ کو بھی نعتیہ کلام کی زینت بنایا گیاہے۔ انھوں نے قرآنی تشبیہات اوراستعارات کو جابجا اپنی نعتیہ شاعری میں استعمال کیاہے۔ اس طرح سے ان کی مذہبی شاعری میں ندرت اور جاذبیت پیدا ہوگئی ہے۔ سیّدہ پروین زینؔب سروری لکھتی ہیں:

نہ جواب ہے نہ مثال ہے
تو کمالِ حُسن وجمال ہے
تیرا چہرا ماہِ منیر ہے
تیری ابروؤں میں ہِلال ہے(۵۴)

سادگی وسلاست

سیّدہ پروین زیؔنب سروری کی جانب سے اپنی نعتیہ شاعری کو کاریگری سے لکھا گیاہے تاکہ عام آدمی آسانی سے سمجھ، سُن یاپڑھ سکے۔ایسانہیں ہے کہ آج نعت پڑھی یاسُنی لیکن سمجھ میں کل آئی۔سیدہ پروین زیؔنب سروری کی جانب سے نعتیہ کلام میں کی گئی بات زیادہ تر جلد ہی سمجھ میں آجاتی ہے۔سیّدہ پروین زیؔنب سروری لکھتی ہیں:

جانبِ منزل گئے تو ہیں ہزاروں راستے
کیا کہوں اے دل یہ رستہ، رہ گزر کچھ اور ہے
شعروں کا ہے نزول کہ رحمت حضور کی
اِلہام ہوگئی مجھے مدحت حضور کی(۵۵)

سادگی وسلاست سیدہ پروین زینب سروری کی شاعری کا خاصہ ہے۔

نعت وحمد اردوادب کی نہایت مقدس اصناف ہیں اوران کا اصلی منبع ومصدر بھی قرآن وسنت ہی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ شعرائے حمدونعت کے بیشتر مضامین قرآنی آیات اوراحادیث نبوی سے الہام پاتے ہیں۔ جیسے جیسے انسان قرآن وحکیم کی بے کراں تجلیات سے مستفید ہوکر آگے بڑھتاہے تواس پر سرورِ کائنات ﷺ کی توصیف وثناکے اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں تووہ سوچ سوچ کر حیران رہ جاتاہے کہ خدائے عزوجل نے اپنے حبیب کی اس درجہ توصیف کردی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی عظمت اور فضیلت کے نغمے گائے ہیں اوراس کے متن میں آپ کے حُسن اور حُسنِ بیاں کو سراہاہے۔

سیدہ پروین زینب سروری اگرچہ حمدیہ اور نعتیہ شاعری کی دنیامیں نوواردہیں مگران کی نعتیں عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ان کی حمد میں اللہ کی عظمت وبڑائی کو بہت خوبصورتی سے بیان کیاہے۔انھوں نے نعت

گوئی اور حمدیہ شاعری میں اپنی صلاحیتوں کالوہامنوایاہے۔ نوری دربارایک اکادمی کادرجہ رکھتی ہے جس سے لوگ پیری مریدی کے سلسلے میں بندھے ہوئے توضرورہیں لیکن اس خانقاہ کے ادبی اور شاعرانہ اوصاف وخدمات کو بھی نہیں بھولا جاتاہے۔ یہ درگاہ ایک تناوردرخت کی مانند ہے جس کے پتے، پھول اور شاخیں پورے ادب پر پھیلی ہوئی ہیں۔ جتنا بھی اس اکیڈمی کامطالعہ کیاجائے گااُتناہی فیض حاصل کیاجائے گا۔ مطالعہ کی محنت رائیگاں ہونے کاتوسوال ہی پیدانہیں ہوتا۔ سیّدہ پروین زینؔب سروری قادری بھی اسی تناوردرخت کی اہم شاخوں میں شُمار کی جاتی ہیں جنہوں نے اپنی ادبی زندگی کے اندر تین کتب 'تسبیحِ نور'،'حریمِ نور'اور'قندیلِ نور' شائع کروائیں۔ یہ ان کی مذہبی شاعری کے مجموعے ہیں۔

حوالہ جات

۱. ہاشمی، رفیع الدین، "اصنافِ ادب"، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۲۴

۲. ورک، اشفاق احمد، ڈاکٹر، علی محمد خان، ڈاکٹر "اصنافِ نظم و نثر"، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۱۴، ص ۵۲

۳. القرآن مجید، سورۂ آلِ عمران، آیت: ۱۹۱

۴. احمد، شمیم، "اصنافِ سخن اور شعری ہیئتیں"، انڈیا بک امپوریم، بھوپال، ۱۹۸۱ء، ص ۱۸۹

۵. طلحہ رضوی، برق، پروفیسر، "دیباچہ"، مشمولہ "نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے" از علیم صبانویدی، ٹمل ناڈو اردو پبلی کیشنز، چینی، انڈیا، ۲۰۰۶ء، ص ۹

۶. اقبال، محمد، "بانگِ درا"، الحمرا پبلشنگ اسلام آباد، ۲۰۰۱ء، ص ۵۲

۷. منظر نقوی، "حمد کی اہمیت"، مضمون مشمولہ "سہ ماہی دھنک رنگ"، فتح جنگ، اٹک، جنوری تا مارچ ۲۰۲۱ء، ص ۶

۸. ایضاً

۹. ایضاً، ص ۸

۱۰. ایضاً، ص ۱۰

۱۱. ایضاً، ص ۱۴

۱۲. ایضاً، ص ۱۳

۱۳. ایضاً، ص ۱۸

۱۴. رحمانی، صبیح، "اردو کا حمدیہ ادب: اجمالی مطالعہ"، نعت ریسرچ سینٹر، گلستانِ جوہر کراچی، ۲۰۲۰ء، ص ۹

۱۵. سروری، زینب، پروین، سیدہ، حریمِ نور، مکتبہ جدید لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۹

۱۶. سروری، زینب، پروین، سیدہ، تسبیحِ نور، مکتبہ جدید لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۳

۱۷. ایضا، ص ۴

۱۸. سروری، زینب، پروین، سیدہ، حریمِ نور، ص ۳

۱۹. ایضاً، ص ۱۴

20. Penguin dictionary of Literary Terms, P. 542

۲۱. جمال، انور، پروفیسر، 'ادبی اصطلاحات'، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۲۰۱۴ء، ص ۲۷، ۳۷

۲۲. مولوی، فیروزالدین، الحاج، 'فیروزاللغات'، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور، کراچی، ص ۹۱

۲۳. ایضاً

۲۴. سروری، زینؔب، پروین، سیدہ، حریمِ نور، ص ٦

۲۵. ایضاً، ص ۹

۲٦. سید عبد اللہ، ڈاکٹر، اشاراتِ تنقید، چمن بک ڈپو، اردو بازار دہلی، سن ندارد، ص ۴۴۳

۲۷. سروری، زینب، پروین، سیدہ، تسبیحِ نور، ص ۲

۲۸. ایضاً، ص ۳

۲۹. سروری، زینؔب، پروین، سیدہ، حریمِ نور، ص ۵

۳۰. سروری، زینب، پروین، سیدہ، تسبیحِ نور، ص ۱۷

۳۱. احمد، شمیم، "اصنافِ سخن اور شعری ہیئتیں"، انڈیا بک امپوریم، بھوپال، ۱۹۸۱ء، ص ۲۰۸۔۲۰۹

۳۲. فرمان فتح پوری، "اردو کی نعتیہ شاعری"، حلقہ نیاز و نگار، کراچی، ۱۹۷۴ء، ص ۲۸

۳۳. سید ابو الحسن علی ندوی، "کاروان مدینہ"، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوہ لکھنؤ؛ صفحہ: ۱۷٦

۳۴. اقبال، محمد، "کلیاتِ اقبال اردو"، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع یازدہم ۲۰۱۳ء، ص ۴۴۰

۳۵. جمال، انور، پروفیسر، 'ادبی اصطلاحات'، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۲۰۱۴ء، ص ۲۷، ۳۷ س

۳٦. سروری، زینب، پروین، سیدہ، تسبیحِ نور، ص ۱۷

۳۷. سروری، زینؔب، پروین، سیدہ، حریمِ نور، ص ۳۳

۳۸. سروری، زینب، پروین، سیدہ، تسبیحِ نور، ص ۲۱

۳۹. سروری، زینؔب، پروین، سیدہ، حریمِ نور، ص ۴۳

۴۰. ایضاً، ص ۲۹، ۳۰

۴۱. ایضاً، ص ۳۱

۴۲. ایضاً، ص ۳٦

۴۳. ایضاً، ص ۳۹

۴۴. سروری، زینب، پروین، سیدہ، تسبیحِ نور، ص ۲۱

۴۵. سروری، زینؔب، پروین، سیدہ، حریمِ نور، ص ۴۶

۴۶. ایضاً، ص ۳۳

۴۷. ایضاً، ص ۳۹

۴۸. ایضاً، ص ۳۳

۴۹. احمد، شمیم، "اصنافِ سخن اور شعری ہیئتیں"، انڈیا بک امپوریم، بھوپال، ۱۹۸۱ء، ص ۱۹۵

۵۰. سروری، زینؔب، پروین، سیدہ، حریمِ نور، ص ۲۶

۵۱. ایضاً، ص ۴۴

۵۲. ایضاً، ص ۲۶

۵۳. ایضاً

۵۴. ایضاً

۵۵. ایضاً، ص ۲۲

باب سوم

سیدہ پروین زینب سروری کی مناجات و منقبت نگاری کا فکری و فنی جائزہ

الف۔ تمہید

۱۔ مناجات

مناجات دنیا کے ہر ادب میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔ عربی اور فارسی ادب میں مناجات پر خصوصی توجہ دی گئی لیکن اردو ادب کی روایات میں مناجات نگاری پر بہت کم توجہ دی گئی لیکن مثنویوں اور حمدیہ کلام وغیرہ میں اللہ کے حضور مناجات کا عام رواج رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کا کوئی بھی ایسا شاعر نہیں گزرا جس کے کلام میں مناجاتی اشعار موجود نہ ہوں۔ شمیم احمد مناجات کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہیں:

> "ایسے اشعار جن میں شاعر خدا کی بارگاہ میں خدا کا ذکر کرتا ہے یا دعا مانگتا ہے انھیں شعری اصطلاح میں "مناجات" کہا جاتا ہے۔ مناجات کے اشعار علیحدہ نظم کے طور پر بھی کہے جاسکتے ہیں اور کسی اور نظم (مثنوی وغیرہ) کا حصہ بھی ہوسکتے ہیں"۔[1]

مناجات کے لغوی اور فنی معنی بیان کیے گئے ہیں چنانچہ مناجات کے معنی کسی سے اپنا بھید کہنا یا پھر طلب نجات کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا کرنا کے لئے واضح کئے گئے ہیں۔ منت اور سماجت کے ساتھ خدا کے حضور میں گڑگڑانے کا عمل ''مناجات'' کی دلیل ہے۔ جس طرح ایک آدمی اپنے دل کا حال بیان کر کے تمام حالات حسب منشا ہونے کے لئے خدا سے درخواست کرتا ہے اسی طرح کسی شاعری یا نظم میں خدا کی تعریف اور اپنی عاجزی کا اظہار کرکے دعا اور التجا کرنے کے ہیں۔

۲۔ منقبت

اردو ادب کے اندر کسی بھی بزرگ شخصیت کے گُن گانے کے لئے "منقبت" کا لفظ چُنا گیا ہے۔ "منقبت" عربی زبان کا لفظ ہے جو اپنے اصل معنی کے ساتھ سندھی، سرائیکی، اُردو، پنجابی، پشتو، بلوچی اور براہوی میں بیک وقت رائج ہے۔ جس کے لغوی معنی تعریف، توصیف، صفت و ثنا، خاندانی فضیلت و برتری، ہنر یا بڑائی کے ہیں،

منقبت کی جمع "مناقب" ہے۔ اصطلاحِ شعر میں منقبت سے مراد ایسی نظم ہے جس میں صحابہ کرامؓ، اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے اوصاف بیان کیے جائیں۔

منقبت نگاری جو اولیائے کرام و بزرگان دین کی تعریف و توصیف سے عبارت ہے، عشقِ حقیقی کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی۔ اللہ عزوجل، نبی کریم صلی اللہ علیہ اور اولیائے کرام سے جتنی زیادہ عقیدت و محبت ہوتی ہے، منقبت نگاری کا جذبہ اسی قدر پروان چڑھتا ہے۔ شروع میں منقبت نگاری صرف خاندانِ نبوت کے افراد یعنی اہلِ بیت و ائمۂ اہل بیت اور بالخصوص حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی مدح وستائش تک محدود تھی لیکن بعد میں اس کے مفہوم میں وسعت پیدا ہوگئی اور اہلِ بیتِ اطہار کے علاوہ جملہ اولیائے کاملین و مشائخِ عظام کی تعریف وثنا کو "منقبت" کہا جانے لگا۔

۳۔ اردوادب میں مناجات ومنقبت نگاری کی روایت

قدیم اُردو شاعری کی روایت رہی ہے کہ خدا اور رسولؐ کے بعد صحابہ کرام کی شان و فضیلت اور نیکوکاروں کی سیرت و عظمت کے مضامین بیان کیے جاتے تھے۔ اُردو زبان کے قدیم شعرا میں سب سے مقدم سلطان قلی قطب شاہ کے کلام میں حمد و نعت کے بعد منقبت کا کافی حصہ شامل ہے۔ بعد ازاں سوداؔ اور میرؔ نے تواتر کے ساتھ مذہبی جوش میں لبریز ہو کر منقبت میں متعدد قصائد لکھے ہیں۔ منقبت کے حوالے سے انشااللہ خاں انشاؔ کا نام بھی خاصا اہم ہے، جنھوں نے اس مصنف میں زیادہ زورِ طبع صرف کیا۔ پیر نصیر الدین نصیر اپنی کتاب کے پیش لفظ میں "منقبت" کی روایت اور آغاز پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "مناقب ، منقبت کی جمع ہے جس کامادہ نقب سے ہے۔ نقب کے لغوی معنی تلاش، کرید اور چھان پھٹک کے ہیں۔ گویامنقبت کسی فرد کے کردار کی تفتیش کرنے کے بعد اس کے فضائلِ حمیدہ، اخلاقِ حسنہ اور مکارمِ عالیہ کاایسابیان ہے جو نظم یانثر میں کیاگیاہو۔ مناقب کی اہمیت کااانداز ہ اس امر سے لگایاجاسکتاہے کہ حضوررسالت مآب ﷺ نے بہ نفسِ نفیس حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کی منقبت سماعت فرمائی اوراس کو پسند فرمایا۔ معلوم ہوا کہ کسی کی مناقب بیان کرنااوران کاسننا ایک ایسی روش ہے، جسے تائیدِ نبوی حاصل رہی ہے۔ یہ منظومات چوں کہ نفیس

مضامین، عمدہ خیالات اوردلکش پیرائیہ بیان پر مشتمل ہوتی ہیں اس لیےبراہ راست
تطہیرِروحانی اوراخلاقی اقدار کے فروغ کاباعث بنتی ہیں"۔(۲)

"منقبت" کے وسیلے وابستہ شخصیت کانقاب ہٹایاجاتاہے اوراُن کی خدمات کوبیان کیاجاتاہے۔ منقبت کے اندر خالص شخصیت پرستی کی جاتی ہے۔ان کی تعریف وتوصیف بیان کی جاتی ہے اوران سے وابستہ ہستی سے مدد طلب کی جاتی ہے یاپھر معاونت کاشکریہ اداکیاجاتاہے۔ یہ دونوں اصنافِ سُخن اردوادب کے اندراپنے عروج کے ساتھ رائج ومروج ہیں۔ منقبت نگاری اورمناجات نگاری سے اردوادب کی گود بھری ہوئی ہے۔ اردوادب کے بڑے بڑے شعرائے کرام نے ان اصنافِ سخن پر بے حد طبع آزمائی کی ہے جو کہ ادب کی تاریخ کاایک بڑا، وسیع اور عمیق حصہ ہیں۔ مناجات میں اپنے درد ومسائل بیان کرکے اُن کے حل کی گزارش کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر سید یحیٰ نشیط اپنی کتاب "اردو میں حمد ومناجات" میں دعاکے بارے میں لکھتے ہیں:

"دعادراصل رفع احتیاج کے لیے خدائے بزرگ وبرتر کے آگے نہایت بے چارگی کی حالت میں ہاتھ پھیلا کر طالبِ استعانت ہوناہے۔ انسان بالطبع عبدیت وعبودیت کاخوگرہے۔ وہ جب مشکلات اورپریشانیوں میں گھر جاتاہے اوراس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں رہ جاتی تواپنے دل واقتقار کااعتراف کرتے ہوئے خالقِ حقیقی سے مددونصرت کی درخواست کرتاہے۔ وہ مالکِ کائنات کی بندگی کرکے اپنے بندہ وغلام ہونے کاعملاًاقرار کرتاہے۔ عبدیت کے اس شعور کوانسانیت کی تاریخ کی ابتدا سے لے کر آج کے متمدن دورتک علم وحکمت کے مختلف النوع اکتشافات اورحیات وعلم الاجسام کے حیرت ناک تجربات بھی انسان کے اذہان سے مٹانہیں سکے"۔(۳)

الطاف حسین حالی نے "مناجاتَ بیوہ" الگ سے لکھی ہے۔ علامہ اقبال کے ہاں بھی مناجاتی شاعری موجود ہے۔ "بچے کی دعا" میں اللہ کے حضوردعاکی جاتی ہے کہ اللہ سیدھے راستے پر چلائے اورغریبوں اور مسکینوں کی مددکرنے کی توفیق عطافرمائے۔اقبال ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

یارب! دل مسلم کووہ زندہ تمنادے
جو قلب کوگرمادے جوروح کوتڑپادے

احساس عنایت کر آثار مصیبت کا

امروز کی شورش میں اندیشہ فردا دے [۴]

رنج و مسرت، تکلیف وراحت، پریشانی وشادمانی، ناکامی وکامرانی، تنگی وتونگری، فقر وفراغ، اضطرار واقرار اور سودوزیاں راہِ حیات کے ناگزیر مراحل ہیں اس پر مستزاد عصر جدید کی پیچیدہ اور تشویشناک صورتحال نے آدمی کی نفسیات اور ذہنیت میں زبردست انقلاب پیدا کر دیاہے۔ اردوادب نعتیہ اور حمدیہ شاعری کے لحاظ سے کافی زرخیز واقع ہوا ہے اور مناجاتی شاعری کو مذہبی شاعری کا درجہ حاصل ہے۔ اردوادب میں مناجاتی شاعری کی روایت نعتیہ اور حمدیہ کلام میں بکثرت ملتی ہے جس میں شعرا کرام اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں اور اپنی حاجات پیش کرتے ہیں۔

ادب میں "حمد و مناجات" شاعری کی ایک صنف ہے۔ جس طرح شاعری میں نعت کا موضوع نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کی مدح و توصیف ہے اسی طرح "حمد" اللہ جل شانہ کی ذات کی مدح و توصیف، ستائش، تحسین، تمجید اور شکر گزاری ہے۔ یہ اصطلاح شاعری ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے نثر میں بھی حمد کہی جاتی ہے۔ زبان سے بھی حمد وثنا بیان ہوتی ہے اور دل ہی دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرنا بھی "حمد" ہے۔

ب۔ سیدہ پروین زینب سروری کی مناجات نگاری کا فکری وفنی جائزہ

سیدہ پروین زینؔب سروری کی منقبت اور مناجات کا مقصد یہ ہے کہ اے ربِّ کائنات! توشہِ رگ سے قریب ہے چوں کہ اللہ تعالیٰ صفاتًا دلوں میں بستا ہے۔ اس ساری کائنات میں اللہ تعالیٰ کا نور ہے جس کی برکت سے باغ وبن میں بہار آرہی ہے۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے سجدہ دینا فرائض میں شامل ہے۔ اسی وجہ سے پیشانی مہک رہی ہے۔ سیّدہ پروین زینؔب سروری کے لئے یہ اعزاز کی بات ہے کہ اُنھوں نے اپنے دل میں اللہ کا نام سجا رکھا ہے۔ حق بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مانگنے والے کو ہی سیدھا راستہ بتاتا ہے، ورنہ بھٹک تو بہت لوگ رہے ہیں۔ سیدہ پروین زینؔب سروری نے اپنی مناجات کے اندر انسانی سماج کو نصیحتیں بھی کی ہیں کہ دوسروں کے لئے کام کرنے والا ہی ربّ کی رحمت میں رہ سکتا ہے۔ ایسی زندگی کی طلب ہے کہ اندر میں بڑائی کا شبہ بھی پیدا نہ ہو۔ تکبر سے دامن چھڑانے کی خواہش ہے۔ پروردگار سے دعا ہے کہ بندۂ بےبس سے وہ اعمال کروائے کہ جن سے اُس کی رضا حاصل ہو۔ یہ نفسِ امارہ ہے، اس کی خواہشات کے چکر سے اللہ ہی بچنے کی توفیق

عطا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے کر گزر تا ہے اور اس کے فیصلے ہمیشہ حق و صداقت پر ہوتے ہیں۔ انسان نادان ہے جو بات کو سمجھ نہیں پاتا یا سمجھنے میں دیر کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے بہ ظاہر تو انسان اپنے حق میں محسوس نہیں کرتا، اپنے لئے زحمت سمجھتا ہے لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کی مشیت، حکمت، دانائی اور رضا چھُپی ہوئی ہوتی ہے جس سے وقت آنے پر ایک صابر اور متحمل انسان کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

ا۔ سیدہ پروین زینب سروری کی مناجات نگاری کا فکری مطالعہ

سیدہ پروین زینب سروری نے مناجات میں اللہ کی حمد و ثنا کے بعد اللہ کے حضور دعائیں مانگی ہیں۔ ان دعاؤں میں انھوں نے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کے سامنے اپنی حاجات رکھی ہیں۔

تکبر و غرور سے بچنے کی دعا

سیدہ پروین زینب سروری نے اپنی مناجات میں اللہ کے حضور گڑ گڑا کر دعائیں کیں ہیں۔ ان کا ایمان پختہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہیں کہ ان کے اعمال ایسے ہوں جو اللہ کو پسند آئیں۔ ان کی نظر میں اچھا وہ آدمی ہے جو مولائے کائنات سے مغفرت مانگنے کو اپنا تکیہ کلام بنادے اور اچھی دعا وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و کبریائی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ امامِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر بھی کیا جائے اور اُن پر لاکھوں درود و سلام بھیجے جائیں۔ ہر مسلمان ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا گو رہتا ہے کہ اُنہوں نے اُس کو مسلمان بنایا اور انھیں رسول اللہ ﷺ کا امتی بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انسان خطاؤں سے دور رہتا ہے۔ یہ دنیا آزمائش گاہ ہے۔ صرف نیکی کے کاموں کو ہی بقا حاصل ہونی ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں:

نہ ہو کبر کا دل میں کچھ شائبہ
تکبر سے دامن چھڑا دے میرا
میں کر کے جسے سرخرو ہو سکوں
وہ حسنِ عمل کردے مجھ کو عطا[۵]

اس مناجات میں وہ لکھتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے قریب ہے اور ہر شخص کا دل تیرا ٹھکانہ ہے۔ شجر، شاخ اور برگ، ہر کوئی تیرا پتا دے رہا ہے اور ہر شے میں تیری جلوہ فرمائی ہے۔ بس اللہ کے جلووں کو دیکھنے کے لیے آنکھ بصیرت چاہیے۔ جس شخص کے دل پر اللہ کا نام لکھا ہو اور اس کی جبین نقش، سجدہ سے روشن ہو تو اسے اللہ کے جلووں کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ جب اللہ کا عکس دل میں ہو تو ذرا سا سر جھکا کر اسے دیکھا جاسکتا ہے۔ اللہ انھیں لوگوں کو صراطِ مستقیم دکھاتا ہے جو اس سے سیدھا راستہ طلب کرتے ہیں۔ اللہ کی سنت ہے کہ اس شخص کو اپنا بندہ بناتا ہے جسے اللہ کے بندوں سے پیار ہو گا۔ اس لیے ہمیں دوسرے انسانوں کے بھلے کے لیے کام کرنا چاہیے اس سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ اللہ کو تکبر سخت ناپسند ہے۔ میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ مجھے تکبر سے بچالے اور ایسا دل عطا کر جس میں رائی برابر بھی تکبر نہ ہو۔

سیدہ پروین زینب سروری دعا کرتی ہیں کہ اسے اللہ اسے وہ حسنِ عمل عطا کرے جس وہ سرخرو ہو سکیں۔ اللہ انھیں اچھے اور برے میں تمیز کی توفیق دے اور مجھے کبھی غافلوں میں نہ رکھنا اور نفس کی غلامی سے بچانا۔ اے اللہ! میں تیرے فیصلوں سے راضی ہوں اور مجھے غم کی کوئی فکر نہیں ہے۔ ہر راہ میں مجھے انکساری سکھا اور اگر مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو معافی اور توبہ کی توفیق عطا فرما۔ میری قبر کو منور کر دے اور اندھیروں سے بچا۔ محمد ﷺ کے صدقے میری بخشش فرمادے اور تمام سفینوں کا تو ہی ناخدا ہے، تجھے اس حسین نام کا واسطہ میرا بیڑہ پار فرمادے۔ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے محمد ﷺ کا امتی بنایا۔ مجھے خطاؤں سے بچالے اور اپنی رحمت میں سمیٹ لے۔ اے زینؔب یہ دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے یہاں کوئی ہمیشہ نہیں رہا۔ یہ دنیا عارضی ٹھکانہ ہے۔ حقیقی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

گناہوں سے توبہ

سیّدہ پروین زینؔب سروری کی نظر میں گریہ زاری ہی انسان کی زندگی کو سنوار سُدھار سکتی ہے۔ انہوں نے اپنی درخواست (مناجات) انتہائی مؤدبانہ ڈھنگ ورنگ میں لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتی ہیں کہ اے ربِّ کائنات! گناہ گاروں کو سُدھرنے کا موقع عطا فرما تاکہ اُن کے ارواح بھی آپ کی احسان مند ہو جائیں۔ ایک اچھا انسان ہر وقت استغفار کرتا رہتا ہے اور پچھتاوے کا دامن نہیں چھوڑتا۔ ایسے انسان کا اندر ہی اللہ تعالیٰ منور کر دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان، شوکت اور شاہانہ انداز ہے کہ ہزاروں فٹ اونچے پہاڑوں

سے پانی بہتا ہے جب کہ لوگ تھرپارکر، چولستان اور کوہستان جیسے علاقوں میں سینکڑوں فٹ کنویں کھودتے ہیں، بور کرتے ہیں لیکن پانی نہیں نکلتا اور کہیں پر پرندے کے قدم پر میٹھا پانی نکلتا ہے اور کہیں پرندے کے قدم پر پانی کھارا نکلتا ہے۔ عالَم آشکار بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے اور کوئی ماں یہ نہیں چاہے گی کہ اُس کا بیٹا آگ میں جل جائے، بھٹک جائے، برباد ہو جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے کہ وہ انسانوں پر اپنا کرم کرے اور ان کے گناہوں سے درگزر کرے۔ بَرصغیر میں انگریز دورِ حکومت سے آج تک تقریباً تین صدیاں بیت چکی ہیں، کئی تبدیلیاں آچکی ہیں لیکن اب بھی انگریز کا گورکھ دھندا ختم نہیں ہو پایا۔ نتیجتاً اُمتِ مسلمہ عذاب و آزمائش کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے۔ وقت کے فرعونوں نے آزار برپا کر رکھے ہیں۔ دنیا جتنی ترقی کر رہی ہے اُتنی ہی انسانیت کے لحاظ سے پستی میں بھی جا رہی ہے۔ ان حالات پر سیدہ پروین زینؔب سروری قادری نے گہری تشویش کا اظہار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نجات و چھٹکارے کی درخواست کی ہے۔ سیدہ پروین زینؔب سروری لکھتی ہیں:

خطائیں درگزر یاربّ سر دربار ہو جائیں
خُدایا رحمتیں سایہ فگن ہربار ہو جائیں
گنہگاروں کا رخ یوں پھیر دے اپنی طرف مولا
کہ روحیں تک تیرے اِکرام سے سرشار ہو جائیں (۶)

اس مناجات میں سیدہ پروین زینب سروری اللہ کے حضور دعا کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ اے خدا میری خطائیں درگزر فرما اور اپنی رحمت کے سایے میں جگہ عطا فرما دے۔ گناہ گاروں کی قسمت بدل دے اور ان کی روحوں کو پاکیزہ فرما دے۔ عاصیوں کی روحوں کو اپنے اکرام سے سرشار فرما دے۔ اے اللہ! میرے ندامت کے آنسوؤں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما اور میرے ویران دل کو گل و گلزار بنا دے۔ اے مولا! تو ہر شے پر قادر ہے، سنگلاخ پتھر سے چشمہ بہادے اور تیرے عرفان سے ہمارے دل کائنات کے چھپے رازوں سے واقف ہو جائیں۔ ہمارے جذبوں کو تازگی عطا فرما دے اور ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما دے۔ ہمارے قلب و نظر کو شعور و آگہی عطا فرما دے اور ہمیں غفلت کی نیند سے بیدار کر دے۔ اے خدا، تو ستر ماؤں سے بھی زیادہ ہم سے پیار کرتا ہے ہمیں سرِبازار رسوا نہ کرنا۔ ہم پر اپنا کرم فرمانا اور ہمارے راستوں سے رکاوٹیں دور فرما دے اور ہمیں نیکی

کے راستے پر چلا اور برائی کے راستے سے بچالے۔ ہمیں کردار کی پختگی عطا فرمادے اور ہماری قلب و جان سے خیر کے آثار نمودار ہو جائیں۔ اے اللہ! ہمیں اپنی رحمت کے سائے عطا فرما اور اپنی محبت اور رحمت سے ہمیں اپنا بنالے اور ہمیں غیروں سے بیزار فرمادے۔ اے اللہ! تیرے حبیب ﷺ کی امت کو فتنوں نے گھیر اہوا ہے اور نئے نئے فرعون زمانے میں نمودار ہو رہے ہیں، ہمیں ان نئے فرعونوں سے بچالے۔

امتِ محمدیہ کے لیے فکر مندی

دوسرے شعرائے کرام کی طرح سیدہ پروین زینؔب سروری قادری کو بھی یہ تشویش رہتی ہے کہ کہیں اُمتِ مسلمہ قیامت والے دن رسوانہ ہو جائے! قرآنِ کریم کے اندر ہے کہ یاربّ! ہم پر وہ بار نہ رکھ جو ہم سے پہلے کے لوگوں پر رکھا۔ سیدہ پروین زینؔب نے بھی اپنی اس مناجات کے اندر اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ یا اللہ! ایسی آزمائشوں میں نہ ڈال کہ جن سے نمٹنے میں ہم ناکامیاب ہو جائیں اور خدانخواستہ تیرے کمزور بندے بھٹک نہ جائیں۔ انتہائی ابتر حالات کے باوجود کئی مجاہدینِ اسلام دینِ ربانی کی بقا، بحالی اور وسعت کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ اُن کو بھی سلام پیش کیا جاتا ہے۔ سیدہ پروین زینؔب نے بہت سارے ملحدوں کے بُرے انجام دیکھے ہیں لیکن وہ چاہتی ہیں کہ ان کا انجام خیر پر ہو۔ سیدہ پروین زینؔب سروری لکھتی ہیں:

عطا کر دے ہمیں سوزِ نہاں پھر سے خُداوندا
شرر شعلہ بنا دے بے گماں پھر سے خُداوندا
عنایت تری دل نور سے معمور ہو جائیں
نیا ہو فرش، اُجلا آسماں پھر سے خُداوندا(۷)

اس منقبت میں سیدہ پروین زینب سروری خدا سے دعا کرتی ہیں کہ پھر سے ہمیں سوز،نہاں عطا فرمادے اور ہمارے دلوں میں موجود توحید کی چنگاری کو شعلہ بنادے اور تیری کرم نوازی سے ہم پر عنایات کی بارش کر دے ہمیں نیا آسمان اور نئی زمین عطا فرمادے۔ اے خدا کوئی ایسا مسیحا بھیج جو مجھے دردمندی اور دل نوازی کا سلیقہ سکھادے اور روح اور جان کو جِلا بخشے اور بصیرت کو بڑھادے اور زمین پر کہکشاں اتر آئے۔ اپنی رحمتوں کے سائباں میں جگہ عطا فرمادے اور ہماری خطاؤں سے در گزر فرما۔ اے خدا! زمین پر امن و امان نہیں رہا اپنی لطف و کرم کا مینہ برسادے۔ ہماری جبینوں پر سجدوں کے نشاں پڑ جائیں اور ہماری مسجدوں میں اذانِ بلالی گونج

رہی ہو۔ تیرے محبوب کی امت رسوانہ ہو، اے خدا ہم پر اپنی رحمت کا سائباں فرمادے۔ اغیار تیرے بندوں کو طعنے دیتے ہیں اور ہمارے جگر چھلنی ہو گئے ہیں، ہمیں اپنی اماں عطا کر دے۔ اے خدا ہمیں ایسی سزا ہر گز نہ دینا کہ ہمارا جینا مشکل ہو جائے اور نہ ہی میں کسی مشکل آزمائش میں ڈالنا۔ تیرے سب جانثاروں نے اپنی جان کی بازی لگادی اور وفا کی داستان رقم کر دی۔ اے خدا ملحدوں کا ہمیشہ برا انجام ہی دیکھا ہے ہمیں وحدت کی منزل کا کوئی نشان دکھادے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور شکوہ

شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے "شکوہ جوابِ شکوہ" لکھا جس کے اندر اللہ تعالیٰ سے دوستانہ و قربیانہ انداز میں شکوہ و شکایت کی گئی ہے۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری نے بھی اپنی ایک مناجات کے اندر اس قسم کی جُزوی حُجت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ایک مناجات میں حُجتانہ انداز میں چھٹکارے کی درخواست کی گئی ہے۔ غموں سے نڈھال ہو کر اپنے درد بیان کرتی ہیں۔ یاربّ! ویسے تو تمہیں سب کچھ معلوم ہے لیکن پھر بھی درد کی داستاں بتانا مقصود ہے۔ اتنے مظالم ڈھائے گئے ہیں کہ اب یاربّ! اور ستم سہنے کی سکت و گنجائش نہیں ہے۔ آج کا انسان کڑی آزمائش میں پھنس گیا ہے جس سے چھٹکارے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا حبیبؐ بھیجا۔ جس دھرتی پر خون کی ندیاں بہائی جارہی تھیں وہ لوگ آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ یہ لوگ مارے پیٹے جارہے ہیں وہ کوئی غیر نہیں بلکہ اپنے ہی ہیں۔ ظالم زمانے نے ظلمت کا کوئی طریقہ نہیں چھوڑا۔ اب تو یاربّ! ظالموں کے خلاف "کُن" کہو۔ اگر خطا ہوئی بھی ہے تو عافیت عطا فرما۔ سیّدہ پروین زینبؔ سروری حالات کی کم ظرفی سے مایوس بالکل نہیں ہوئیں وہ کہتی ہیں کہ دلِ ناداں آس لگائے بیٹھا ہے کہ ایک نہ ایک دن بارانِ رحمت برسے گی اور تاریکیوں کا دور تباہ و برباد ہو جائے گا۔ یاربّ! مسلمان لوگ اگرچہ گناہ گار ہیں لیکن تیرے محبوبؐ کے امتی ہیں اور تیرے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے چاہنے والے ہیں، کلمہ گو ہیں۔ اس لئے معافی و تلافی کے دروازے کھول دے۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری لکھتی ہیں:

خالقِ ارض و سما، اے مرے مولا سُن لے
غم کے ماروں کا یہ قصّہ ہے ذرا سا سُن لے

علم ہے تجھ کو ہر اک بات کا لیکن پھر بھی
آج اِک درد بھرے دل کا فسانہ سُن لے[۸]

اس منقبت میں سیدہ پروین زینب سروری دعا کرتی ہیں کہ اے خالقِ ارض و سما میری دعا سن لے اور غم کے ماروں کا قصہ بھی سن لے۔ اے اللہ! تو علیم و خبیر ہے اور تو ہر شے کا علم رکھتا ہے آج ایک درد بھرے دل کا فسانہ سن لے۔ اے اللہ! اب ظلم و ستم اور جور و جفا کی بہت حد ہو گئی، اب ہماری دادرسی کرنا ہو گی۔ ہماری مسیحائی کو کوئی مسیحا بھیج دے جو اس آزمائش کی گھڑی میں ہماری مدد کر سکے۔ تیری دھرتی میں جو دریا بہہ رہے ہیں ان میں ہمارا لہو بہہ رہا ہے۔ اگرچہ ظالموں نے سب حدیں پار کر لی ہیں لیکن تیرا ایک ہی اشارہ ہماری مشکلات کا مداوہ کر دے گا۔ ہمیں غیروں کے ہاتھوں شکستہ ہونے سے بچا لے اور اگر ہم سے کوئی خطا ہو جائے تو ہماری خطاؤں کو معاف کر دے۔ میں نے امید کا دیپ جلا رکھا ہے اور یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن تیری رحمت ضرور جوش میں آئے گی۔ اے اللہ! اپنے محبوب کے صدقے ہمیں بچا لے اور ہمارے دکھوں کا مداوہ کر دے اور اگر تو ہمارے دکھوں کا ازالہ کر دے اور ہم سے درگزر فرما دے تو یہ محض تیری رحمت ہی ہو گی۔ اے اللہ! زینؔب کے دل میں تیرا محبوبؐ بھی ہے اسی محبوبؐ کے صدقے ہم پر اپنی رحمت و کرم کے سائبان میں جگہ دے۔

اللہ کی رحمانیت پر بھروسہ

سیّدہ پروین زینؔب سروری قادری اپنی مناجات کے اندر انسان کو اللہ تعالیٰ سے عدل مانگنے سے منع کرتی ہیں چوں کہ انسان دنگے فسادات کی دَلدَل میں پھنسا ہوا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے عدل کیا تو گناہوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ اس لئے ہمیشہ ہادی تعالیٰ سے فضل مانگا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی دکھ درد کو دور کرنے کی طاقت و صلاحیت نہیں رکھتا۔ بس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی زندہ تمنا عطا کرے کہ اُس کی عبادت میں مگن رہیں۔ کئی شعرائے کرام نے اپنے کلام کے اندر دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ یہ بات صفات کے خیال سے تو صحیح ہے لیکن حقیقتاً قرآنِ مجید اس سلسلے میں واضح احکامات جاری کرتا ہے۔

سیّدہ پروین زینؔب سروری پروردگارعالَم سے درخواست گزار ہیں کہ اے پِرورگار کائنات! تمہاری بادشاہی بے مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہردم ہر موڑ پر تمہاری رحمت بندے پر برستی رہتی ہے لیکن بندہ

ناشُکرا اور نافرمان نکلاہے اور گناہوں اور غفلت میں گِھرا ہوا ہے۔ سُنتِ ربانی تو یہ ہے کہ اللہ انتظار کرتا ہے کہ کب انسان کب اس کی جانب لوٹتا ہے ؟، معافی مانگتا ہے ؟، استغفار کرتا ہے ؟ مغفرت مانگتا ہے ؟

اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت

سیدہ پروین زینب سروی کو جب یہ پتا چلا کہ محمّد مختار کی منظوری اور مولائے کائنات کی منظوری ایک ہی ہیں، اللہ کی اطاعت اور اطاعتِ رسول میں کوئی فاصلہ، کوئی فرق نہیں ہے تو پھر تواُن کو اور بھی چین وسکون نصیب ہو گیا۔ سورۃ الحدید میں فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے چھے دن کے اندر کائنات قائم کی اور عرش پر جا کر ٹھہرے۔ اس سے اندازا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طبعی ساخت کے اعتبار سے عرشِ عظیم پر مقیم ہیں۔ معراج کا واقعہ بھی اس کی گواہی ہے۔ سیدہ پروین زینبؔ قادری نے بھی اپنی شاعری کے اندر اس قسم کی آراء بیان کی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ اُن کو ہر منظر میں پرورپاک نظر آتا ہے لیکن اُس کو دیکھنے کے لئے بہت ہی باریک بینی والی دوربینی کی ضرورت ہے۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری لکھتی ہیں:

مالک ومختار کُل، خالق، مرے پروردگار
توبھی، تیری سلطنت بے مثل ہے اے کِردگار
ہم پہ تُو ہر آن، ہر پل ہی کرم کرتا رہا
حکم پھر بھی ہم نہ مانے، کیں خطائیں بے شمار (۹)

اس مناجات میں سیدہ پروین زینب سروری ربِ کائنات سے دعا کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ خالقِ کائنات، اے میرے پروردگار تو مختارِ کل ہے تیری سلطنت بے مثال ہے۔ اگر ہم تیرا حکم نہ بھی مانیں اور خطائیں کرتے رہیں، تو بھی تُو ہم پر اپنا کرم فرماتا ہے۔ ہم بے دھڑک اپنی من مانیاں کرتے رہے اور بار بار خطائیں کرتے رہے۔ ہم سے درگزر فرما۔ تونے اپنا کنبہ کہہ کر ہم اظہارِ محبت کر دیا اور ہم تیرے غافل بندے ہیں ہماری پکار سن لے۔ انسان جتنی بھی خطائیں کرے اللہ نے توبہ کا راستہ کھلا رکھا ہے اور ہماری توبہ کا منتظر رہتا ہے۔ اپنی رحمت کے حصار میں مجھے سمیٹ لے اور فضل وبخشش کی چادر سے مجھے ڈھانپ دے۔ اے اللہ توہی ہمارا پروردگار ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کرتا۔ تیرے سوا ہمارا کون غمگسار ہے۔ مجھے ذوق وشوق دے کہ میں لامکاں سے بھی گزر جاؤں اور سرکش نفس سے میرا پیچھا چھڑادے۔ تو مجھے ہر نظارے میں نظر آتا ہے مجھے بس چشمِ

بیناعطافرمادے۔ میں تیری قدرت کے نظارے کرناچاہتی ہوں۔ تیری قدرت کے نظارے دیکھ کر ایسالگتا ہے جیسے ارم کی بے شمار جھلکیاں ہوں۔ مجھے جب سے معلوم ہوا کہ محمد ﷺ کی رضامیں اللہ کی رضا ہے تومیرے دل کو قرار آگیا۔

مناجات میں قرآن کی تعلیمات

نعتیہ اور حمدیہ کلام میں احادیث کی روایات اور مضامین باندھناشعرا کرام کا خاصا ہے۔ مذہبی شاعری میں شاعر قرآن وسنت سے استفادہ حاصل کرتا ہے اوراپنی شاعری میں بیان کرتا ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری اپنی مناجات میں قرآن کی تعلیمات کو پیش کرتی ہیں۔ آپ لکھتی ہیں:

رگِ جاں سے نزدیک ترا ہے خدا
ہر انساں کا دل ہے ٹھکانہ تیرا
تیری جلوہ آرائی ہرشے میں ہے
شجر، برگ وگل دے رہاہے پتا(۱۰)

اس مناجات میں سیدہ پروین زینب سروری قرآں کی آیت کا ترجمہ پیش کرتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کی شہہ رگ سے بھی قریب ہوں۔

۲۔ سیدہ پروین زینب سروری کی مناجات نگاری کا فنی مطالعہ

سیدہ پروین زینب سروری کی مناجات کا اگر فنی جائزہ لیا جائے تو مندرجہ ذیل پہلو سامنے آتے ہیں:

مناجات میں تلمیحات کا استعمال

سیدہ پروین زینب اپنی مذہبی شاعری میں جابجا تلمیحات کو استعمال کرتی ہیں۔ دراصل تلمیحات کی مدد سے مفہوم ومطالب کو بیان کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

کرم سے ڈھانپ دے اپنی محبت اور رحمت سے
تیرے ہو کر رہیں ہم غیر سے بیزار ہو جائیں
تیرے محبوبؐ کی امت کئی فتنوں نے گھیری ہے
نئے فرعون زینبؔ درپے آزار ہو جائیں(۱۱)

فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے دور میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اسے توحید کی دعوت دے۔ قرآن میں اس واقعے کا تفصیل سے ذکر ہے۔ فرعون اپنی فرعونیت اور ظلم و جبریت کے لیے مشہور ہے۔ سیدہ زینب سروری اپنی مناجات میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہیں کہ اے اللہ، اپنے کرم کی چادر سے ہمیں ڈھانپ لے۔ اگر تو نے اپنی رحمت اور کرم نہ کیا تو نئے فرعون اس امت کو فتنوں میں ڈال دیں گے۔ سیدہ پروین زینب سروری ایک اور جگہ لکھتی ہیں:

خدایا رحمت و لطف و کرم کا ابر برسا دے
زمیں ہونے لگی ہے بے اماں پھر سے خداوندا
جبیں پر نقش محرابِ سجودِ شوق ہو جائے
اگر گونجے بلال ایسی اذاں پھر سے خداوندا[۱۲]

قافیے اور ردیف کی پابندی

قافیے اور ردیف شاعری کو دلکش ہی نہیں بناتے بلکہ موسیقیت بھی عطا کرتے ہیں۔ سیدہ پروین زینب سروری کی مناجات میں قافیے اور ردیف کی پابندی ہے:

نگاہِ رحم فرمانا کہیں رسوا نہ ہو جائے
ترے محبوبؐ کی امت یہاں پھر سے خداوندا
جگر اغیار کے طعنوں سے چھلنی ہو گئے اپنے
عطا کر دے ہمیں اپنی اماں پھر سے خداوندا[۱۳]

مندرجہ بالا اشعار میں ہم دیکھتے ہیں کہ سیدہ پروین زینب سروری نے خوبصورت قافیے اور ردیف سے نعت کی دلکشی بڑھا دی ہے اور اس میں موسیقیت بھی در آئی ہے۔

شاعری میں سادہ اسلوب

اسلوب شاعر کے تخلیقی احساس کا خارجی اظہار ہے۔ اس کی مثال سمندر کی اوپر کی سطح ہے لیکن سمندر کی اوپری سطح نچلی سطح سے اتنی ہی ہم آہنگ ہوتی ہے کہ ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ جو

شاعر اپنے اسلوب کے فنّی تقاضوں کی طرف جتنا ذمہ دار ہو گا وہ فکری طور پر اتنا ہی بالیدہ نظر اور مہذب ہو گا۔ اسلوب ہی وہ معیار ہے جس پر مختلف تخلیق کاروں کے درمیان امتیاز کیا جا سکتا ہے۔ ناز قادری لکھتے ہیں:

"اندازِ بیان میں بے تکلفی اور سیلِ رواں کی مانند ایک فطری بہاؤ کا پایا جانا ضروری ہے۔ فکری پہلو اتنا غالب نہ ہو کہ ناول ایک فلسفیانہ صحیفہ بن جائے اور نہ احساسات کی آنچ اتنی تیز ہو کہ وہ جذباتی داستان بن جائے، مقصدیت اتنی حاوی نہ ہو کہ ناول پروپیگنڈہ کا وسیلہ ثابت ہونے لگے اور تفریح و تجسس ایسا سطحی رنگ نہ اختیار کر لے کہ ناول محض تفنن طبع کے لیے ایک پھلجڑی کی شکل میں بدل جائے۔ اسلوب کسی فنکار کے فنّی اور جمالیاتی شعور کی پختگی اور عدم پختگی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔"[۱۴]

سیدہ پروین زینب سروری کا اسلوب اور اندازِ بیان نیا ہے لیکن سادگی اور روانی سے بھرپور ہے۔ ان کے نعتیہ، حمدیہ اور مناجاتی اشعار میں سادگی اور روانی کا رنگ نمایاں ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری کی شاعری میں سادہ زبان و بیان استعمال کیا گیا ہے۔ دراصل مناجات میں زبان عام فہم ہی ہونا چاہیے کیوں کہ مناجات کو عامی و خواص استعمال کرتے ہیں:

تیرا عکس آئینہ دل میں ہے
ذرا سر جھکایا ، نظارا کیا
صراطِ ہدایت طلب جو کرے
اسے ہی دکھاتا ہے تو راستہ[۱۵]

مندرجہ بالا اشعار کو دیکھ کر بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ کس قدر سادہ زبان استعمال کی گئی ہے۔

تشبیہ و استعارہ کا استعمال

تشبیہ اور استعارہ اندازِ بیاں کو جاذب، نظر بنا دیتے ہیں۔ تشبیہ سے مراد کسی شے کو کسی دوسری شے کی مانند قرار دینا اور استعارہ سے مراد کسی شے کا ہو بہو اس شے کی مانند ہونا ہے۔ ڈاکٹر خواجہ اکرام اپنی کتاب "اردو کی شعری اصناف" میں استعارہ کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"استعارہ کے لغوی معانی "عاریتاًلینا"، اور "مانگنا" ہیں۔ اصطلاح میں دوچیزوں میں کوئی معنوی یاصوری مشارکت ومشابہت کی بناپر ایک چیز کو من وعن دوسری چیز قرار دیناہے یعنی ایک چیز کودوسری چیز میں ضم کردینےاس کے بدل قرار دینے کواستعارہ کہتے ہیں"۔(۱۶)

سیدہ پروین زینب سروری کے کلام میں سادی اورروانی کے علاوہ تشبیہات کی چمک دمک بھی پائی جاتی ہے اوراستعارات کااستعمال بھی دیکھنے کوملتاہے۔ تشبیہ واستعارہ شاعری کوخوبصورت بنانے کے ساتھ ساتھ دلفریب بھی بنادیتے ہیں اور معانی کی جامعیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ایک مناجات میں وہ لکھتی ہیں:

تجھے ، ستر گنا ماؤں سے پیارے ہیں خدایا ہم
ہمیں رسوا نہ کر ، یوں کہ سرِ بازار ہو جائیں
ہمیں کردار کی وہ پختگی کر دے عطا مولیٰ
کہیں ایسا نہ ہو رستے سبھی دیوار ہو جائیں (۱۷)

ان اشعار میں " ستر گناماؤں سے " اور "رستے سبھی دیوار ہو جائیں" تشبیہ اوراستعارہ ہیں جس سے اشعار کامفہوم واضح ہو جاتاہے۔

ج۔ سیدہ پروین زینب سروری کی منقبت نگاری کافکری وفنی جائزہ

جس طرح حمد میں اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف بیان کی جاتی ہے اور نعت میں اللہ کے رسول ﷺ کی تعریف وتوصیف بیان کی جاتی ہے اسی طرح "منقبت" میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم ، ائمہ کرام، اولیاکرام کی عظمت کے گن گائے جاتے ہیں۔ شمیم احمد "منقبت" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ایسے اشعار جن میں صحابہ رسولؐ، علی الخصوص حضرت علی یاآئمہ کرام یاصوفیاکی تعریف کی گئی ہو، منقبت کہلاتے ہیں۔ یہ اشعار بھی کسی نظم یامثنوی کے حصے کے طور پر یاالگ سے مکمل نظم کی صورت میں یاقصیدے کی شکل میں لکھے جاتے ہیں"۔(۱۸)

منقبت کے اندر وابستہ شخصیت کی شخصیت کوانتہائی ادبیانہ انداز میں نکھارنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اردوشاعری کی روایت میں مذہبی شخصیات کی خدمات کاذکربطریقِ احسن ملتاہے۔ ان کی خدمات عامیوں

کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ اسی لیے عمائدین ملت، فاتحین اور شہدائے ملت کے لیے منظومات کا ایک سلسلہ بھی ہماری شعری روایت کا حصہ ہے۔ اسی طرح سید الشہدا امام حسین علیہ السلام اور ان کے جانثاروں کی کربلا کے میدان میں بے مثال قربانیوں کو "سلام" کی شکل میں پیش کیا جاتا رہا ہے۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے خانوادے کے اکابرین اور ان سے منسلک احباب کی مدح سرائی کے لیے "مناقب" کی صنف کا سہارا لیا جاتا ہے۔

سیدہ پروین زینب سروری نے مناجات کے ساتھ ساتھ اہلِ بیت سمیت کئی جلیل القدر مسلمانوں کی مناقب بھی لکھی ہیں۔ ان کی منقبت نگاری کا فکری و فنی مطالعہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ سیدہ پروین زینب سروری کی منقبت نگاری کا فکری جائزہ

سیدہ پروین زینب سروری کی مقبت نگاری کا فکری مطالعہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل پہلو سامنے آتے ہیں:

اہلِ بیت سے محبت و عقیدت

اللہ کے رسول ﷺ سے محبت و عقیدت اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ نبی کریم ﷺ کے خاندان سے محبت و عقیدت ہر مسلمان کے لیے لازم ہے۔ تمام مسلمان اہلِ بیت سے محبت و احترام کا اظہار کھلِ عام کرتے ہیں۔ شعرا کرام نے بھی سینکڑوں مناقب اہلِ بیت کی محبت و عقیدت میں لکھی ہیں۔ اردو شاعری کی روایت میں مناجات و منقبت نگاری میں اہلِ بیت سے عقیدت ایک اہم نکتہ ہے۔ سیدہ پروین زینب سروری نے بھی اس روایت کو قائم رکھتے ہوئے اہلِ بیت سے محبت و عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت و عقیدت

سیّدہ پروین زینؔب سروری نے اپنی منقبت کے اندر حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی شخصیت کو احادیث اور روایات کے دلائل سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فقرائے صحابہ میں سے شمار کئے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی غریبوں، بے کسوں سے ہمدردی بھی انتہا درجے کی تھی۔ فقیروں کی دنیا کے بادشاہ کہا جائے تو بَجا ہو گا۔ وہ بہترین مجاہد بھی تھے۔ حق و سچ کے لئے لڑائی میں جان کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اس لئے اُنہیں اسد اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ عالَمِ آشکار بات ہے جس کے محمد مصطفیٰ ﷺ مولا ہیں اُن کے مولا، مولا علی ہیں چوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نبی کی ہر بات پر لبیک کہا کرتے تھے۔ مسلمانوں کے لئے یہ اعزاز کی بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں حاضری لگ جائے، دیدار ہو جائے تو زندگی سنور جائے کیوں کہ اُن کی شخصیت

انتہائی بابرکت ہے۔ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپ رضی اللہ عنہ کی ذہانت کو دیکھ کر آپ کو بابِ علم قرار دیا تھا۔ کامیابی کا جھنڈا بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جچتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی بہادری کے قصوں سے دنیا کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ ایسے لگ رہا ہے کہ 'ذوالفقار' نامی تلوار بنی ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو چُن چُن کر ذمہ داریاں عطا فرماتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی 'بابِ علم' کے طور پر چُنا گیا۔ ایمان کے تقاضوں میں یہ بات شامل ہے کہ اصحابہ کرام سے بھی اُلفت کی جائے اور اُن کی اطاعت کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جب بھی ذکر لبوں پر آتا ہے تو ایمان تازا ہو جاتا ہے اور دل کی دنیا روشن ہو جاتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے اقوالِ زریں بے حد مشہور و معروف ہیں۔ مصنفین، شاعر اور ادیب یہ اقوالِ زریں اپنی تخلیقات میں شامل کرتے رہتے ہیں تا کہ اُن کی باتوں کو وُسعت مل سکے اور انسانی معاشرے کے اندر بہتری آ سکے، حق و صداقت میں فرق کیا جا سکے۔ کسی زمانے میں موجودہ کعبتہ اللہ شریف کے چاروں اطراف رہائشی بستیاں بھی ہوا کرتی تھیں اور کعبتہ اللہ کے حدود میں ہونے کے ناطے اُنہیں بھی کعبہ یا کعبہ والی بستیاں کہا جاتا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی بھی یہ سعادت ہے کہ اُن کا جنم اسی علاقے میں ہوا۔ سیّدہ پروین زینؔب سروری ہر دم علی علی کرنے کی خواہشمند ہیں۔ سیدہ پروین زینؔب سروری لکھتی ہیں:

جہانِ فقر کی شاہی کا تاجدار علی
خُدا کا شیر ہے، میداں کا شہہ سوار علی
حضور جن کے ہیں مولا اُنہی کا مولا ہے
نبی کے عشق میں سرشار جاں نثار علی[19]

اس منقبت میں سیدہ پروین زینب سروری حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ جہانِ فقر کے بادشاہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ہیں۔ وہ اللہ کے شیر اور میدان کے شہہ سوار ہیں اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جن کے مولا ہیں انہی کے مولا علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ہیں۔ اللہ کے نبی کے عشق میں حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سرشار ہیں۔ ان کے وجود کی برکات بھی بے شمار ہیں اور ان کے چہرے کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور اللہ کے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ شہر علم کے علی دروازے ہیں۔ انھیں نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جھنڈا عطا فرمایا اور حیدر کرار کا لقب عطا فرمایا۔ سیدنا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے واسطے ذوالفقار اتری اور ذرہ ذرہ ان کی شجاعت کی گواہی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں عالم بنا کر بھیجا اور جہانِ

علم کے گلزارِ مشک بار علی ہیں۔ آپ خدا کے دوست اور محبوب ہیں۔ اے علی! تم گلشنِ ایمان کے تر و تازہ پھول ہو اور تیرے باغ کی بہار سب سے زیادہ حسین ہے۔ تمھارے قول و اقوال چمکتے ہوئے ستارے ہیں اور تیری کتابِ حکایت انتہائی شاندار ہے۔ آپ کے در سے کبھی کوئی خالی ہاتھ نہیں لَوٹا اور بے چین لوگوں کو چین اور بے قرار لوگوں کو ان رضی اللہ عنہ کے در سے قرار ملا۔ آپ بیت اللہ میں پیدا ہوئے۔ اے زینب تیرے لبوں پر صبحِ ازل سے علی رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ انتہائی ذہین اور بہادر آدمی تھے۔ اُن کی بہادری کی بات کی جائے تو اُن کو 'اسد اللہ' کا لقب حاصل ہے اور اُن کے علم و فیض کا ذکر کیا جائے تو اُن کو علِم کا دروازہ قرار دیا گیا ہے۔ اُنھوں نے اپنی ساری زندگی اسلام کی بقا اور ترقی کے لئے وقف کر دی۔ فخر کی بات ہے کہ وہ پہلے فرزند توحید ہیں جنہوں نے بچپن میں ہی اسلام قبُول کیا۔ اُن کی تربیت بچپن ہی سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ آپ رضی اللہ عنہ حضورا کرم، سرورِ کونینِ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی پیاری بیٹی بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے خاوند ہیں ۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا ہو گا کہ مذہبی شعراء کی شاعری کے سورماؤں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو اہم حیثیت حاصل ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چار بیٹیوں اور ایک بیٹے کی اولاد ہوئی۔ سب سے چھوٹی اور آخری بیٹی حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں جو جنت کی نوجوان خواتین کی قائد ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت و عقیدت

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نبیِ آخر الزماں کی آخری بیٹی ہیں۔ وہ نہایت ہی پاک دامن عورت تھیں۔ وہ انتہائی غیر معمولی شخصیت کی مالک تھیں۔ اُن کے ساتھ کئی نسبتیں ہیں۔ ایک طرف وہ 'سیدۃ النساء' یعنی عورتوں کی سردار اور جنت کی خواتین کی قائد ہیں تو دوسری طرف جنت کے نوجوانوں کے سرداران امام حَسن رضی اللہ عنہ اور امام حُسین رضی اللہ عنہ کی اماں جان ہیں۔ تیسری طرف امام الانبیاء کی انتہائی پیاری بیٹی ہیں تو چوتھی طرف مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سیرت عورتوں کے لئے ایک نمونے کا درجہ رکھتی ہے۔ تمام شعرائے کرام نے آپ کی شخصیت پر ابیات لکھے ہیں۔

سیدہ پروین زینؔب سروری نے بھی اس سلسلے کو قائم رکھنا اپنا فریضہ جانا۔ سیّدہ پروین زینؔب سروری کہتی ہیں سیّدۃ النساء بی بی فاطمۃ الزہرا پر اللہ کا سلام ہو کیوں کہ اُن کی شخصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیتِ مبارکہ

کی جھلک نظر آتی ہے۔ جنت ایک مستقل ٹھکانا ہے جہاں سے جبرائیل امین بی بی فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور اُن کے دونوں بیٹوں کے لئے جنت کی بشارت لے آئے۔ اس گھرانے کے نصیب میں فقیری رہی اور یہی وجہ ہے کہ اُن کے غلام بھی غریبوں کے خادم بنے رہے۔ آج کل جو بڑی بڑی ہستیاں اپنی کامیابی و کامرانی پر ناز کر رہی ہیں۔ دراصل اُن سب پر حسن اور حُسین رضی اللہ عنہم کا فیض ہی ہے۔ بی بی فاطمتہ الزہرا ہی ہیں جنہوں نے نبی کی محبت و شفقت پائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قربت کی وجہ سے حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شخصیتِ عظمیٰ کو چار چاند لگ گئے۔ انہوں نے درگزر اور پاکیزگی کی بے پناہ مثالیں قائم کیں۔

سچ بات تو یہ ہے کہ بی بی فاطمتہ الزہرا کا سارا گھرانہ اہلِ ادب، اہلِ دانش، اہلِ علم، عقل و شعور رہے جس نے پوری دنیا کے معاشروں پر اچھے اثرات مرتب کئے ہیں۔ یہ معاشرہ بے مروت ہے۔ اسی طرح سیدہ پروین زینؔب سروری کے بس کی بات نہیں ہے کہ بی بی فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی مطلوبہ قدردانی کر سکیں۔ اُن کی شخصیت اتنی بڑی ہے کہ الفاظ احاطہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو پا رہے۔ بس! سیّدہ پروین زینؔب کے ساتھ یہ بھلائی ہے کہ جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو بی بی فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شخصیت سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ سیدہ پروین زینؔب سروری لکھتی ہیں:

سیّدہ زہرا سلام اللہ علیہا، السّلام
آپ ہیں عکسِ رسول اللہ سراپا، السّلام
سروری بی بی تیری اور تیرے شہزادوں کے نام
خُلد سے جبریل یہ پیغام لایا، السّلام[۲۰]

اس منقبت میں سیدہ پروین زینب سروری فاطمہ الزہرا کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ فاطمہ الزہرا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس اور پرتو تھیں۔ جنت سے حضرت جبریل آپ کے لیے سلامتی کا پیغام لائے اور فقر میں آپ کا مرتبہ نرالا ہے کہ فقر کے جتنے بھی سلطان ہیں سب تیرے در کے غلام ہیں۔ غوث، ابدال، قلندر اور ولی سب حضرت حسن و حسین کے قدموں کا فیض ہیں اور آپ ہی نور نظر ہیں اور نبی کی لختِ جگر ہیں آپ پر بے حد درود و سلام۔ آپ رضی اللہ عنہا نور و نظر میں یکتا اور عفت و عصمت کی پیکر تھیں۔ نورِ عرفان اہلِ عرفان کو تیرے در سے ملا۔ آپ کا گھرانہ نورِ معرفت ہے اور ولایت کی یہاں خلعتیں تقسیم ہوتی ہیں۔ یہ سب

کرامات آپ کے جگر گوشوں کا صدقہ ہے تو ایسے میں آپ کی تعریف کا حق کیسے ادا کیا جا سکتا ہے۔ آپ کی شان بیان کرنے کو الفاظ کافی نہیں ہیں بس آپ کے چمن کے پھول بے حد حسین ہیں۔ آپ کا گھر جنت کا ٹکڑا ہے اور جس نے اللہ کے رسول کی بیٹی کو رلایا تو ذلت و رسوائیاں اس کا مقدر ہو گئیں۔ اہل بیت کی محبت سے دل کبھی خالی نہیں ہونا چاہیے اور اہل، بیت سے عشق دین و دنیا کی طرح لازمی ہے۔ جب میں زینؔب نے مشکلوں میں پکارا تو مشکلات آسان ہو گئیں۔

نواسہ رسول ﷺ سے محبت و عقیدت

حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کثیر الجہتی شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نواسائے رسول ﷺ، ابنِ علی اور سیدۃ النساء بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لال ہیں۔ آپ نے اپنی ساری زندگی حق و صداقت اور صبر واستقامت کا پرچار کیا اور اُس پر ڈٹے رہے۔ حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ نے جارحیت و ظلمت کے خلاف بہترین جنگ کی۔ موجودہ ملکِ عراق کے علاقے کربلا میں آپ اور آپ کے ساتھیوں کو دھوکے اور سازش سے شہید کیا گیا۔ یہ واقعہ اتنا دردناک ہے کہ جب بھی محرم الحرام آتا ہے تو اُس کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ سیدہ پروین زینؔب سروری نے اپنی منقبت کے اندر امام حُسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے گُن گائے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ حضرتِ حُسین رضی اللہ عنہ کی شجاعت، شہادت، بادشاہت اور قیادت قابلِ داد و سلام ہیں۔ قرآنِ کریم کے اندر ہے کہ مصیبت میں صبر و صلوٰۃ سے کام لیا جائے۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے سیّدہ پروین زینؔب سروری نے خیال قائم کیا ہے کہ حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ نے جس صبر، تحمل اور استقلال کا مظاہرہ کیا اُس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ بہت ہی بڑی تشبیہہ ہے کہ حشر جو برپا ہونا تھا وہ برپا ہو گیا اب ایسا کوئی حشر نہیں آئے گا۔ کربلا کی تپتی ریت پر جس جہاد کا مظاہرہ کیا گیا وہ ایک سلام کے قابل حقیقت ہے۔

قرآنِ حکیم نے دورانِ جنگ و جہاد نماز کو مرحلہ وار ادا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ نے تیروں کی برسات میں بھی نماز نہ چھوڑی۔ اس سے اُن کا نماز سے لگاؤ کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ حضرتِ امام حُسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے بھی کربلا کے مقام پر جس طرح بہادری، شجاعت، کے ساتھ حق و سچائی کا مظاہرہ کیا وہ بھی سلام کے قابل ہیں۔ حضرت امام حُسین نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہونے کا بھی حق ادا کر دیا۔ بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پھولوں کی حُرمت کی کیا بات ہے۔ آسمان بھی اس واقعہ پر رو پڑا۔

حضرت اصغر رضی اللہ عنہ معصُوم بچے تھے جن کو پیاس کی حالت میں شہید کیا گیا جس سے ظالموں کے ظلم و ستم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کربلا میں امامِ حُسین رضی اللہ عنہ اوراُن کے جان نثار ساتھیوں کو ہتھیاروں کے پہروں میں نمازیں ادا کرنا پڑیں۔ یہ بھی عظمت کی بات ہے۔ اسلام کے اندر اسلام کی خاطر جان دینے کا سب سے اعلیٰ، افضل اور ارفع رتبہ ہے اور اس سلسلے میں امام حُسین رضی اللہ عنہ اوراُن کے رفقاء آگے آگے رہے۔ کربلا میں امامِ حُسین اوراُن کے اہل وعیال کا گھیرا تنگ کیا گیا۔ ان میں حضرتِ سکینہ اور دیگر عزت دار عورتیں بھی شامل تھیں۔ اُنہوں نے بھی سچ، صداقت اور صبر کی حمایت کی۔ اس لئے سیّدہ پروین زینؔب سروری کا ان کو بھی سلام ہو۔ سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں:

اے حُسین ابنِ علی تیری شجاعت کو سلام
دشتِ کربل میں تیری شانِ شہادت کو سلام
سرور خلد بریں اے نور ایمانِ علی
بادشاہت کو، تیری اعلیٰ قیادت کو سلام[۲۱]

اس منقبت میں سیدہ پروین زینب سروری حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ اے حسین ابنِ علی جس شان سے آپ کربلا میں بہادری اور شجاعت سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے، تیری شجاعت کو سلام ہے۔ اے جنت کے سردار اور علی رضی اللہ عنہ کے ایمان کے نور، تیری بادشاہت اور اعلیٰ قیادت کو سلام ہے۔ کربلا کی ریت پر آپ نے جس بہادر اور ثابت قدمی کے ساتھ حق اور سچ کا معرکہ لڑا اس طرح کا حشر شاید حشر کے روز بھی قائم نہ ہو گا، آپ پر لاکھوں سلام۔ آپ نے کربلا کے میدان میں تیروں کی بارش کے دوران اللہ کے حضور سجدہ ادا کیا اس طرح کی عشق کی لڑائی پر درود و سلام۔ آپ نے جو نمازِ عشق تلواروں کے سائے میں ادا کی تھی اور سجدے ادا کیے، اے سرورِ ارم تجھ پر درود و سلام پیش کرتی ہوں۔

حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت بھی کسی سے ڈھکی چھُپی نہیں ہے۔ اُنہوں نے اپنی ساری زندگی حق وصداقت کا پرچار کیا اور کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ جنت کے نوجوانوں کے سرداروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ نے جھوٹے، منافقوں اور مکاروں سے لڑتے ہوئے کربلا کے مقام پر جامِ شہادت نوش کیا۔ کربلا کا علاقہ آج کل عراق ملک میں واقع ہے۔

اس منقبت میں سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں کہ اے امام حسین !اے علی کی اولاد تجھ پر سلام ہو کہ آپ نے اپنے نانا جان کے دین کو بچانے کے لیے دشمن سے ٹکرا گئے، اسلام کے دشمنوں سے تیری عداوت پر قربان جاؤں اور کیوں نہ سلام پیش کروں۔ آپ کے جانثاروں نے شہادت تک وفا کی اور اپنی محبت اور وفا سے تاریخ رقم کی، ان کی محبت اور وفا پر سلام پیش کرتی ہوں۔ آپ کے باپ کو بھی شہید کیا گیا تھا، آپ کو بھی شہید کیا گیا اور اسی طرح آپ کی اولاد کو بھی کربلا میں شہید کیا گیا، آپ شہیدوں کے امام ہیں آپ پر سلام پیش کرتی ہوں۔ کربلا کی تپتی ریت پر زہرا کے چمن کے گلاب بکھرے پڑے ہیں، یہ پھول جس مقدس چمن کے ہیں، ان کی حرمت پر سلام پیش کرتی ہوں۔ اصغر معصوم کو پانی کے بدلے تیر کا مارا گیا اور پیاسا شہید کر دیا گیا، ایسے میں زیر فلک لوگ رو دیے لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی میں لغزش نہ آئی، آپ کی استقامت پر لاکھوں سلام پیش کرتی ہوں۔ آپ نے اپنے رنگین لہو سے دین اسلام کو رنگ دیا اے اللہ کے حبیب تیری سخاوت کو سلام پیش کرتی ہوں۔ یزیدیوں نے فاطمہ کی اولاد کے خیمے تک جلا ڈالے، تمام بیبیوں کی سیدہ زینب علیہ السلام کی حرمت کو سلام۔ سکینہ علیہ السلام کو بے سہارا قید کیا گیا، سکینہ کی سکینیت کو سلام پیش کرتی ہوں۔ آپ کا سر مبارک نیزے پر بھی سب سے بلند تھا، آپ کی رفعت و عظمت کو سلام پیش کرتی ہوں آپ نے سر کٹا کر سرخرو ہو گئے اور اعلیٰ مقام حاصل کیا، ایسی عظمت، ایسی ہمت اور ایسی جرات کو سلام پیش کرتی ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، بی بی فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور امام حُسین رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی پسندیدہ اور آئیڈیل ترین شخصیات میں شمار کئے جاتے ہیں۔ یہ تینوں شخصیات اہلِ بیت اطہر میں بھی شامل ہیں۔ ہر شاعر نے اُن کے گن گائے ہیں۔ اُن پر بے شمار مناقب لکھی گئی ہیں جو اردو ادب کا ایک الگ خزانہ ہیں۔ سیّدہ پروین زینبؔ سروری نے بھی اس سلسلے میں اپنا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مندرجہ بالا مناقب میں سیدہ پروین زینب نے جس عقیدت اور جذبے کی پاکیزگی سے اہلِ بیت کی تعریف اور توصیف بیان کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کی مناقب میں پاکیزگی، چاشنی اور جذبے کی لگن موجود ہے یہی وہ عناصر ہیں جو منقبت نگار کو کامیاب منقبت نگار بناتے ہیں۔

بزرگانِ اسلام سے محبت وعقیدت

برصغیر پاک وہند میں اسلام کی تبلیغ اور ترویج میں بزرگانِ اسلام کا اہم کردار ہے۔ انھوں نے اپنے کردار اور تعلیمات سے دینِ اسلام کو لوگوں تک پہنچایا۔ ان بزرگان سے تمام عامی مسلمان محبت وعقیدت رکھتے

ہیں۔ اردو شاعری میں ان بزرگان کی مدحت میں مناقب لکھی گئی ہیں۔ سیدہ پروین زینب سروری نے بھی چند مناقب بزرگانِ اسلام کے لیے لکھی ہیں۔

سیّدہ پروین زینؔب سروری قادری بڑوں کا ادب، احترام کرنے اور چھوٹوں پر رحم کھانے اور شفقت کرنے والی شخصیت ہیں۔ اُنہوں نے پیار، پریت، محبت واُلفت کا کوئی بھی رشتہ چھوڑنے سے گریز کیا ہے اور جن شخصیات نے کسی نہ کسی طریقے سے اُن کی شخصیت سازی میں حصہ لیا ہے، اُنہوں نے اُن کا قرض چُکانے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں اُنہوں نے فقیر نور محمدّ سروری قادری، فقیر عبدالحمید سروری قادری، چیف جسٹس رٹائرڈ پشاور ہائی کورٹ عبدالکریم کُنڈی، ہندوستان کے بابا تاج الدین، فقیر جمشید احمد سروری شہید، حکیم محمد یوسف، شہید محمد عارف اور دیگر شخصیات کے گُن گائے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی منقبت

حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ تاریخِ اسلام کی منجھی ہوئی شخصیات میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کی آخری آرام گاہ آج کل کے عراق کے شہر بغداد میں واقع ہے۔ دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ہو جہاں آپ کے شیدائی اور مرید نہ ہوں۔ دنیا کے ان گنت لوگوں کی آپ آئیڈیل شخصیت ہیں۔ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی سچائی اور نیک نامی کے کئی واقعات مشہور و معروف ہیں۔ ایک مرتبہ آپ ایک سفر پر جا رہے تھے کہ آپ کے ساتھی مسافروں کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ جب ڈاکو آپ کے پاس لوٹ مار کے لئے آئے تو آپ نے اُن کو بتایا کے آپ کے پاس کچھ اشرفیاں موجود ہیں۔ ڈاکوؤں نے آپ سے کہا جب آپ کو پتا ہے کہ ہم لُٹیرے ہیں تو پھر آپ نے اشرفیوں کے حوالے سے معلومات کیوں فراہم کیں؟ اس پر سیّد عبدالقادر شاہ جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے اُنہیں جواب دیا مجھے میری والدہ نے ہمیشہ سچ بولنے کی تلقین کی ہے۔ اس جواب پر ڈاکو بھی بہت متاثر ہوئے اور برائی کی زندگی چھوڑ کر ہدایت کے راستہ پر آئے اور آپ کے عقیدت مند بن گئے۔ کئی کرامات کی روایات بھی حضرت عبدالقادر شاہ جیلانیؒ سے منسُوب ہیں۔

دیگر شعرائے کرام کی طرح سیّدہ پروین زینؔب سروری نے بھی شیخ عبدالقادر شاہ جیلانی رحمتہ اللہ علیہ پر شاعری کی ہے۔ اس سلسلے میں کتاب 'تسبیحِ نور' کے اندر دو منقبتیں دی گئی ہیں۔ سیّدہ پروین زینؔب سروری نے ان منقبتوں میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات کو بھی باعثِ زینت بنایا ہے۔ وہ کہتی ہیں ذہنوں

پر جس شخصیت کاراج ہے وہ تمام مُرشدوں میں ممتاز شخصیت کے مالک ہیں چوں کہ وہ لوگوں بگڑے کاموں کو سنوارتے تھے۔ اسلامی معاشرے نے عبد القادر جیلانیؒ کو غوثِ اعظم کا لقب دیا ہے۔

سیّدہ پروین زینبؔ سروری نے بھی اسی لقب کو خوب استعمال کیا ہے۔ شاعرہ کا کہنا ہے جو بھی غوثِ اعظم کے در پر جاتا ہے وہ خالی نہیں لوٹتا بلکہ علم و فیض کے خزانے لوٹتا ہے اور اہلِ دانش کے یہاں سب سے بڑی دولت علم و فیض کو قرار دیا گیا ہے۔ یہ اگر مل جائے تو زندگی سنوَر جاتی ہے۔ وہ آگے کہتی ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ اگر کسی پر ہاتھ رکھیں تو وہ شفا پا جاتے ہیں۔ اُن کی شخصیت اور اُن کی ہستی ہمارے لیے علم و فیض کا ذریعہ ہے۔ آپ جو بھی کام کیا کرتے تھے اُس میں کامیابی و کامرانی آپ کے قدم چُوما کرتی تھی۔ آپ کی باتیں تیر کی طرح چُبھتی تھیں، معاشرے پر ٹھوس اثرات مرتب کیا کرتی تھیں۔ آپ کی رہنمائی، صلاح مصلحت اور نصیحت کا ہی یہ فیض تھا کہ بندے مرتے مرتے بچ گئے۔ سیّدہ پروین زینبؔ سروری کے خیال کے مطابق سیّد عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت اُن کی دل پر منقوش ہو چکی ہیں۔ اس لئے اُن کے یہاں حاضری دینا نصیب کی بات ہے؟ سیدہ پروین زینبؔ سروری لکھتی ہیں:

ولیوں کا بادشاہ ہے، پیروں کا پیر ہے
بگڑی بنانے والا پیر دستگیر ہے
ہو کرم کا اشارا ، غوثِ اعظم
تیرے در پر جو آئے فیض کیا کیا نہ پائے[۲۲]

سیدہ پروین زینب سروری اس مناقب میں سید عبد القادر جیلانی کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتی ہیں ۔ وہ لکھتی ہیں کہ آپؒ ولیوں کے بادشاہ اور پیروں کے پیر ہیں اور لوگوں کی بگڑی بناتے ہیں، مجھ پر بھی اپنا کرم فرما دیجیے تیرے در پر جو آتا ہے جھولیاں بھر بھر کر لے جاتا ہے۔ معرفت تو تیری خوبی ہے اور کشف تیری جاگیر ہے خدا کا واسطہ دیتی ہوں میری کشتی بھی پار کرا دیجیے۔ آپ کے دستِ شفا میں تصرف کی قوت ہے اور وعظ میں تاثیر ہے وہ عدن کا نظارا میرے من کو تڑپاتا ہے، کوئی ایسا سبب کیجیے کہ میری روح سیر اب ہو۔ اے غوثِ اعظم ہر زمانہ تیرا ہے، آپ نے وجد سے اہلِ محفل کو سرشار کیا اور آپ کی گفتگو کی جادو بیانی شمشیر کی طرح ہے۔ جو آپ سے لَو لگاتے ہیں پھر آپ کے در سے واپس کسی کے در نہیں جاتے آپ کی

غلامی کی زنجیریں کبھی نہیں اتارتے آپ بے کسوں کا سہارا ہیں۔ زینؔب تو تیرے دربار کی حاضری چاہتی ہے اور آپ کا نام اپنے دل پر تحریر کیا ہوا ہے، آپ صبح کے تارے ہیں۔ آپ اولیاؤں کے بادشاہ ہیں اور پیروں کے پیر ہیں اور پیر کامل ہیں جب تک آپ کے پائے مبارک کی مہر نہیں لگتی کوئی ولی ولایت کے درجے تک نہیں پہنچتا۔ آپ نے دینِ اسلام کی ڈوبتی کشتی کو سہرا دیا اور آپ کی عطا بے بہا ہے آپ کی جادوبیانی کسی معجزے سے کم نہیں وہ نوائے کبریا ہے۔ آپ کی پر تاثیر گفتگو ہی سوزِ عشق کا عنوان ہے اور آپ کی گفتگو سازِ روح اور سوزِ جسم و جان ہے۔ آپ نے اپنی کرامت سے ڈوبی ہوئی کشتی کو دوبارہ نکال کر منزل پر پہنچادیا آپ کشتیوں کے ناخدا ہیں۔ غوث اعظم باطنی کیف و حلاوت کا نام ہے آپ بادشاہوں کے بادشاہ اور ولیوں کے ولی ہیں۔

حضرت سلطان باہو بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت

سُلطان باہوؒ اپنے دور کی عظیم شخصیت ہو گزرے ہیں۔ اُن کی شاعری کے تقریباً تمام بند 'ھُو" پر اختتام پذیر ہوتے ہیں۔ سُلطان باھُوؒ کردار و گفتار کے خیال سے انتہائی متاثرکُن شخصیت کے مالک تھے۔ اُن کا تعلق ویسے تو پنجاب کے ایک حُکمران طبقے سے تھا لیکن اُنہوں نے حُکمرانی کی نسبت علم و عرفان کو ترجیح دی اور بہت ہی ضخیم کتابت کی۔ حضرت سُلطان باھُو کی شاعری میں بہت ہی گہرائی ہے جس کو سمجھنا عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لئے بڑے بڑے شارحین کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ کام صدیوں سے ہو رہا ہے اور امکان ہے کہ ہوتا ہی رہے گا۔ میاں سُلطان باھُو کے پرستاروں کی ایک لمبی لَڑی ہے جس کو ناپنا بندۂ ناچیز کے بس کی بات نہیں ہے۔ اُن کے چاہنے والے لسانیت، فرقہ واریت، مذہبیت اور صوبائیت کی حدود بھی پار کر گئے ہیں۔ سُلطان باھُو پنجاب کے قومی شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں جب کہ 'کلاچی' کا قصبہ خیبر پختون خواہ میں واقع ہے لیکن محبت و خلُوص کی کوئی حدیں نہیں ہوتیں۔

یہی وجہ ہے کہ سیّدہ پروین زینؔب سروری قادری کا سارا گوٹھ ہی سُلطان باھُوؒ کا مرید ہے۔ دیگر ادیبوں اور شاعروں کی طرح سیّدہ پروین زینؔب نے بھی سُلطان باھُو کی شخصیت پر شاعری کی ہے۔ اُنہوں نے اپنی کتاب 'تسبیحِ نور' میں ایک منقبت اُن کے نام منسوب کی ہے۔ سیّدہ پروین زینؔب سروری کہتی ہیں جن لوگوں نے اپنی شخصیت کا عروج حاصل کیا، وہ خالصتاً سُلطان باھُوؒ کی رہنمائی کا مرہونِ منت ہے۔ سُلطان باھُو نے اپنی شاعری

کے اندر دونوں جہانوں کے حالات بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیّدہ پروین زینؔب اُنہیں اولیاؤں کا اگوان کہنے میں بھی کوئی قباحت محسُوس نہیں کرتیں۔

دیگر عُلماء کی طرح سُلطان باہُو نے بھی انسان کی روحانی تربیت کا اہتمام کیا اور علم و معرفت سے انسانیت کی خدمت کی۔ سُلطان باہُو علمِ معرفت کے حوالے سے انتہائی مقبُول و منظُور شخص تھے۔ کفر اور دُوئی دُور کرنے کی بے حد کوشش کی۔ ہر دور کے معاشرے کے اندر مُردہ لوگ رہے ہیں جن کے دلوں پر مہر لگے ہوئے ہوتے ہیں مگر ہر دور میں ایسے لوگ بھی آباد رہے ہیں کہ جنہوں نے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہنمائی سے رُوشناس کروایا۔ سُلطان باہُوؒ نے بھی ایسے بہت سے لوگوں کو سُدھارا سنوارا۔ سُلطان باہُو سخاوت بہت ہی کیا کرتے تھے اور اندر ہمیشہ اُجالا رکھتے تھے۔ اُن کی اس روش کا مثبت اثر معاشرے کے تمام طبقات پر پڑا۔ سیّدہ پروین زینؔب سروری کی شخصیت بھی اس کا مُنہ بولتا ثبُوت ہے۔ سیدہ پروین زینؔب سروری لکھتی ہیں:

کاملوں کے پیشوا، سُلطان باہُو بادشاہ
ناقصوں کے رہنما، سُلطان باہُو بادشاہ
ترجمانِ شہریار ہر دو عالَم آپ ہیں
اے امام الاولیا ، سُلطان باہُو بادشاہ(۲۳)

سیدہ پروین زینب سروری اس منقبت میں سلطان باہوؒ کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ سلطان باہو کاملوں کے پیشوا اور ناقصوں کے راہنما ہیں اور آپ بادشاہ ہیں۔ آپ اولیا کرام کے امام ہیں اور ترجمانِ شہر اولیا بھی ہیں اور آپ کی بادشاہی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ آپ نے اسمِ اللہ سے اپنی ذات کا دیا روشن کیا اور آپ کا نورِ عرفان تو اپنی مثال آپ ہے۔ ہم فقیروں کو بھی صدقے میں نبی مصطفی ﷺ کی دید عطا کر دیجیے۔ آپ عرش کے تاجدار ہیں اور خالقِ ارض و سما تمھارے ہم نوا ہیں۔ تیری نظریں مردہ دلوں کو حیاتِ جاوداں بخش دیتی ہیں۔ تیرے چہرے کی دید کافروں کو بھی کلمہ پڑھا دیتی ہے آپ سخی ہیں اور باطن کو صاف کرتے ہیں۔ اے سلطان باہو! آپ کا رتبہ بلند ہے۔ آپ کی ایک نگاہ لطف قلب کو ابدی حیات بخش دیتی ہے اور ابتدا بھی انتہا لگتی ہے۔

فقیر نور محمد سروری قادری کی منقبت

فقیر نور محمد سروری قادری 'خانقاہِ کلاچیہ' کے انتہائی اہم رکن اور فیضِ عام کا درجہ رکھنے والی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ سیّدہ پروین زینبؔ سروری قادری کی اُن سے اُنسیت اور نسبت ہے جس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ فقیر نور محمد سروری فقراؤں کے شاہ تھے۔ اُن کی امیروں اور عیاش طبقوں سے نہیں لگتی تھی اور اُن کا یہی عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں قبُولیت کا باعث بنا رہا۔ فقیر نور محمد کوئی عطائی ولی نہیں تھے بلکہ اُن کو توروحوں کی دنیا میں ہی یہ بشارت بخش دی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے قول و فعل میں کوئی فرق نہیں ہوا کرتا تھا۔ سیّدہ پروین زینبؔ سروری قادری کے بَہ قول فقیر نور محمد سروری خود ایک بختاور شخصیت کے حامل آدمی تھے۔ وہ چناب ندیا سے متصل رہائش پذیر تھے۔ اس لئے سیّدہ پروین زینبؔ سروری کا دریائے چناب کے کنارے سے بھی ایک قسم کا رشتہ طے پا گیا ہے۔

پاکستان اور ہندوستان کا معاشرہ مزاروں میں ہی اپنی عافیت محسُوس کرتا ہے۔ اس بات کو سیّدہ پروین زینبؔ سروری نے بھی حوصلہ اور تقویت دی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ اُن کو سکون و سہارا 'نوری دربار' پر ہی میسر آتا ہے۔ نور محمدؔ فقیر جیسے مرشد خوش نصیبوں کو ہی میسر آتے ہیں۔ فقیر نور محمد کی شخصیت ہی ہے جو فقیر عبدالحمید کے دردوں کو دور کر دیتی ہے۔ جس نے فقیر نور محمد کو ٹھکرایا گویا اُنہوں نے اپنے نصیب کو ٹھکرایا۔ جو بھی اُن کے مزار پر آتے ہیں اُن کے بخت بلند ہو جاتے ہیں۔ خُلد کا لفظ زیادہ تر مستقل زندگی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے خصُوصًا جنت الفردوس میں ہمیشہ رہائش اختیار کرنے والوں کے لئے۔ قرآنِ کریم میں بھی ھُمۡ فِیۡہَا خَالِدُوۡن کی آیتِ مبارکہ ہے۔ سیّدہ پروین زینبؔ نے اپنے مؤقف کو مدلل اور تقویت والا بنانے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری لکھتی ہیں:

تیرا مقام شہِ فقر آشکارا ہے
تیری ادا، تیرا ہر فعل ربّ کو پیارا ہے
ولی تھا عالَمِ ارواح میں ازل سے تو
زمیں پہ مرضیٔ مولا تھی، جب اُتارا ہے[۲۴]

سیدہ پروین زینب سروری نور محمد فقیر کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ اے شاہ فقر! تیرا مقام بلند ہے اور تیری ہر ادا اور فعل اللہ تعالیٰ کو پیارا ہے۔ عالمِ ارواح سے ہی تو ولی تھا اور زمین پر مولا کی مرضی سے اتارا گیا۔ اللہ نے آپ کو ظاہر و باطن حسین عطا کیے اللہ آپ کا حامی و ناصر ہے۔ آپ کے سر پر دستارِ فقر بیش بہا ہے اور تیرے بخت کا ستارا بہت بلند ہے۔ جس چناب کے کنارے آپ کا قیام رہا وہ کنارہ ہمیں بہت پیارا ہے۔ دل کی دوا خانقاہِ نوری پر ملتی ہے اللہ کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ خانقاہِ نوری سے شفا نہ ملے۔ دلوں کو چین تیرے در پر آ کر ملتا ہے اور مزارِ نور پر آ کر بہت سہارا ملتا ہے۔ نبی پاک ﷺ کی اجازت ہی سے تو آپ شاہ فقر ہے اور آپ کو اللہ کی طرف اشارہ ملا ہے۔ تیرا مرید بڑا خوش نصیب ہے کہ آپ کی ایک نظر اسے سنوار دیتی ہے۔

اس منقبت میں سیدہ پروین زینب سروری مزید لکھتی ہیں کہ میرے دل کے تم ہی طبیب ہو اور تیرے قریب آنے سے میرے نصیب کھل اٹھے۔ تجھے حبیب و محب کا کرم عطا ہوا ہے اور خدا کے بعد رسولِ خدا ﷺ آپ کے حبیب ہیں۔ اللہ کی مخلوق آپ کے قریب ہے اور آپ فقر کی سلطنت کے بادشاہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی بزم سے یہ پیغام آیا ہے کہ آپ کے مزار پر کرم کا سایہ ہے۔ آپ کی نگاہ لامکاں تک جا پہنچی اور آپ کے قدموں نے کڑی منزلوں کو پالیا ہے۔ آپ کی خانقاہ پر جو ابرِ نور چھایا ہے وہ پہلے سے بھی زیادہ برس کر جائے گا۔ آپ کے روضے پر جو آتا ہے اس کی روح پر معرفت کے در کھل جاتے ہیں۔ آپ کے مریدین آپ کے عرس پر خوشی خوشی آتے ہیں اور علم و فیض کے خزانے لوٹ لے کر لے جاتے ہیں۔

فقیر عبد الحمید سروری قادری کی منقبت

فقیر عبد الحمید سروری قادری مدظلہ سیّدہ پروین زینؔب سروری قادری کے لئے چھپر چھاؤں کا درجہ رکھتے ہیں چوں کہ اُنہوں نے سیّدہ کی شخصیت سازی میں بہت ہی کلیدی کردار ادا کیا۔ اُن کی ادبی اور شاعرانہ شخصیت کو سنوارنے کی پوری پوری کوشش کی۔ سیّدہ پروین زینؔب سروری نے اپنی شاعری کے اندر اُن کے احسان گنوائے ہیں۔ حسبِ معمول اُنہوں نے استعارات کا خوب استعمال کیا ہے۔ سیدہ پروین زینؔب سروری کہتی ہیں کہ معرفت کے جہاں میں فقیر عبد الحمید سروری جیسی شخصیت کہیں نہیں دیکھی۔ آپ نے ہمیشہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ فقیر عبد الحمید سروری دستگیر بادشاہ سے محبت واُلفت میں بہت ہی آگے چلے جاتے ہیں۔ حضور پاک ﷺ نے آپ پر مہربانی کی ہے۔ لطافت، مہربانی اور محبت کا اعلیٰ جذبہ فقیر عبد الحمید سروری قادری کی شخصیت

کے اندر کُوٹ کُوٹ کر بھرا گیا ہے۔ انہی کی ان تھک کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آستانہ نوری اپنے اوج کمال کو جا پہنچا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ فقیر عبد الحمید سروری، فقیر نور محمد کے سچے سپاہی ہیں اور مزید یہ ہے کہ فقیر عبد الحمید سروری نے ہی میاں سُلطان باہو کی تربیت کا حق بھی ادا کر دیا ہے۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری لکھتی ہیں:

مقامِ منزلِ عرفاں میں بے نظیر ہے تو
جہانِ معرفت و علم کا امیر ہے تو
تمہارا صبر و تحمل جمالِ ہستی ہے
اسیر عشقِ شہنشاہِ دستگیر ہے تو(۲۵)

اس منقبت میں سیدہ پروین زینب سروری اپنے والد فقیر عبد الحمید سروری کی مدحت کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ علم و معرفت کے میدان میں آپ کی حیثیت ایک امیر کی سی ہے اور معرفت میں آپ اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ کا صبر و تحمل بے مثال ہے اور آپ عشق کے شہنشاہ ہیں اور سب کی دستگیری کرتے ہیں۔ آپ پر نبی کریم ﷺ کی رحمتوں کا سایہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ نے اپنا دستِ کرم آپ پر رکھا ہوا ہے۔ آپ کی ذات میں مہر و محبت اور عجز و نیاز کے اوصاف موجود ہیں۔ آپ ہی کے طفیل سے مسندِ نوری کمال تک پہنچا اور نور محمد کے آستانے کی روشنی بھی بے مثال ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بزم سے ہمیشہ آپ پر کرم ہوا اور درِ حبیب ﷺ سے آپ کو فیض ملا ہے۔ آپ کی سخاوت لاجواب ہے اور اپنے مریدوں پر کرم نوازی کا تو کوئی حساب نہیں ہے۔ آپ کے طریقِ عشق میں سلطان باہو راہنما ہیں اور جب بھی آپ نے صدا دی۔ سلطان باہو آپ کی دستگیری کو آئے۔ انھوں نے غیب سے آپ کو خزانے عطا کیے ہیں اور سلطان باہو کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

عبد الکریم خان کُنڈی کی منقبت

پشاور ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس اور ملک کے نامور قانون داں جناب عبد الکریم خان کُنڈی مرحوم کی شخصیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ آپ سیّدہ پروین زینبؔ سروری کے خاوند تھے۔ سیّدہ پروین زینبؔ نے آپ کے ساتھ جو وقت گزارا اور آپ سے جو تربیت، شفقت و محبت پائی اُس کا تذکرہ کرنا بھی نہیں بھولیں۔ ویسے بھی شوہر کی رضا میں راضی رہنے والی عورتوں کا درجہ اُتم و اعلیٰ ہے۔ سیّدہ پروین زینبؔ سروری یہ حق ادا کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عبد الکریم کُنڈی صاحب کو کثیر خاصیات سے آراستہ کیا تھا۔ یہی وجہ

ہے کہ وہ ہر وقت لوگوں کے کام آیا کرتے تھے اوراس عبادت میں کوئی کسر نہیں چھوڑا کرتے تھے، مساکین اور مظلوموں کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھا کرتے تھے۔ اُنھوں نے ناانصافی سے پورا پورا گریز کیا۔

اُمید ہے کہ اُنھوں نے عدل وانصاف پر جو فیصلے فرمائے اُن کے اثرات ہمیشہ دکھائی دیتے رہیں گے۔ معاشرے کے اندر جج ہونا بڑی بات ہوتی ہے اور قاضی صاحبان کے ٹھاٹھ باٹھ بھی مشہور ہیں لیکن جناب عبدالکریم کُنڈی نے اس طرح کی حرکتوں سے اپنے آپ کو بازرکھا اور سچ وحیاء اور درویشی جیسے گنوں کو اپنے اندر سمایا اور اپنی اولاد کو بھی ایسی ہی تربیت فراہم کی کہ معاشرے کے سودمند شہری ثابت ہو سکیں۔ کسی بھی معاشرے میں منصفین کے لئے مسائل کے دفاتر کھلے ہوئے ہوتے ہیں لیکن عبدالکریم کُنڈی نے ہمیشہ ہادی تعالیٰ کی ہدایت اور امداد سے کام لیا۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری لکھتی ہیں:

خُدا نے شخصیت کو خوبیوں سے کیا نوازا تھا
اسی نے ہی چراغِ جادۂ منزل بنایا تھا
سمجھتے تھے کسی کے کام آنا ہی عبادت ہے
غریبوں، بے کسوں کا درد سینے میں بسایا تھا[۲۶]

اس منقبت میں سیدہ پروین زینب سروری اپنے شوہر عبدالکریم کنڈی کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ اللہ نے آپ کی شخصیت کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا اوراسی نے آپ کو سیدھا راستہ دکھانے والا بنایا۔ آپ ہمیشہ دوسروں کے کام آنا عبادت سمجھتے تھے اور غریبوں اور بے کسوں کے لیے دل میں درد رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی ملازمت کے دوران ہمیشہ منصفانہ فیصلے کیے اوران کا لگایا ہوا انصاف کا پودا ضرور پھلے پھولے گا۔ آپ حق وصداقت کے علمبردار تھے اوراپنی اولاد کو بھی حق وصداقت پر ڈٹے رہنا سکھایا۔ آپ کی تمام زندگی درویش کی طرح تھی اوراللہ کے سواان کے دل میں کسی کا خوف نہیں تھا اور کبھی ہمت نہیں ہاری۔ نبی سے انھیں بے حد عشق تھا ان کی ساری زندگی اللہ کی خوشنودی کے لیے گزری۔ آپ شریعت وطریقت کے علمبردار تھے اور پنجتن کی محبت انھیں میراث میں ملی تھی۔ مشکل اوقات میں ہمیشہ اللہ کی نصرت ان کے ساتھ رہی اورآزمائش میں بھی کبھی غمزدہ نہ ہوئے کیوں کہ انھیں یقین تھا کہ اللہ ہر حال میں ان کے ساتھ ہے۔

باباتاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت

ہندوستان اور پاکستان اولیاؤں کی سر زمین کہلاتے ہیں۔ باباتاج الدین بھی انہیں میں سے ایک ہیں جنہوں نے انتہائی بے لوثی کے ساتھ لوگوں کی خدمت کی۔ باباتاج الدین نے ہندوستان میں بہت ہی نیک و فیض کے کام کئے۔ سیّدہ پروین زینب سروری بھی اُن سے متاثر نظر آتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ باباتاج الدین نے ساری زندگی پیغمبر اسلام سے محبت اور اُن کی اُسوۂ مبارکہ کی تشہیر میں گزار دیئے۔ وہ مجذوبی کی حالت میں زیادہ رہا کرتے تھے جو کہ اُن کی شان ومان تھی۔ کوئی شک نہیں ہے کہ باباتاج الدین نبیِ مکرم ﷺ سے سمندر کی جھاگ جتنی محبت کیا کرتے تھے۔

سچ بات تو یہ ہے کہ باباتاج الدین دونوں جہانوں کے روشن ستارے ہیں۔ ہمیشہ للٰہیت میں فانی پائے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سبھی اُن کی شخصیت پر فخر کرتے ہیں۔ وہ زیادہ تر عفوودرگزر اور شفقت سے کام لیا کرتے تھے۔ اُن کی شخصیت کے اُجلے پہلو سیّدہ پروین زینب سروری کو رُوبہ رُو نظر آرہے ہیں۔ باباتاج الدین کی درگاہ کے یہاں آنے والے مریضِ محبت شفایاب ہی ہو جاتے ہیں۔ سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں:

ہیں اسیر احمد مختار تاج الاولیا
عشقِ آقا میں رہے سرشار تاج الاولیا
شانِ مجذوبی پہ قرباں ہوگئی فرزانگی
زندہ دار شب دلِ بیدار(۲۷)

اس منقبت میں سیدہ پروین زینب سروری باباتاج دین کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ باباتاج الدین نبی پاک ﷺ کے غلام ہیں اور اپنے آقا کے عشق میں ہمیشہ سرشار رہے۔ ان کے دیوانے پن پر عقل بھی قربان ہے آپ زندہ دل اور شب بیدار ہیں۔ عشقِ مصطفیٰ کے راستے کے راہنما ہیں۔ آپ روشنی کے مینار ہیں اور نور کے مظہر ہیں۔ آپ فنافی اللہ اور فنائے فخر موجودات ہیں۔ آپ قربانیوں پر قربانیاں دیتے رہے خاص طور پر ان کی ادائے بخشش ومہرو کرم بے مثال ہے۔ آپ خود دربار پر آکر اپنے دستِ مبارک سے لوگوں کو فیض یاب کرتے ہیں اور عالمِ تصور میں، میں نے آپ کا خاکہ بنا رکھا ہے۔ آپ لوگوں کو خوابوں میں آکر دیدار کی دولت بانٹتے ہیں اور ہر خاص وعام پر آپ کا فیضِ عام ہے جو بھی بیمار یا سوالی آپ کے در پر آیا کبھی نامراد نہیں لوٹا۔

فقیر جمشید احمد سروری کی منقبت

سیّدہ پروین زینبؔ سروری کا گھرانہ جہاں ایک مذہبی گھرانہ ہے وہاں اُن کے گھرانے میں روشن خیالی کے بھی باب رقم کئے گئے ہیں۔ اُن کے بھائی فقیر جمشید احمد سروری روشن خیالی اور ترقی پسندی کی جدوجہد کر رہے تھے کہ سن ۲۰۱۴ء میں اگست کے مہینے میں قصبے کلاچی کے قریب انتہاپسندوں کے حملے میں شہید کر دیئے گئے۔ وہ ہمیشہ غریبوں کے غموں میں برابر شریک ہوا کرتے تھے اور اس بدقسمت معاشرے میں غریبوں کے ہمدردوں کے ساتھ جو ہوا کرتا ہے وہ فقیر جمشید احمد سروری کے ساتھ بھی ہو کر ہی رہا۔

سیّدہ پروین زینبؔ سروری نے اپنی کتاب 'تسبیحِ نور' کے اندر اُنہیں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ اپنے اس کلام کے اندر اُنہوں نے اپنے بھائی مرحوم کی خدمات بیان کی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ شہید تو بہت ہی لوگ ہوئے ہیں مگر فقیر جمشید احمد سروری وفا کے انتہائی اعلیٰ اور ارفع جذبے کے ساتھ قربان ہوئے ہیں۔ وہ اتحاد و یگانگت کا ذریعہ تھے۔ جنت کے گلشن اب اُن کے حوالے ہوں گے۔ وہ ہمیشہ حق و سچ کے لئے لڑا کرتے تھے۔ نایاب موتی کی طرح اُنھیں پیدا کیا گیا۔ عزت اور عفت کی حیات کو اختیار کرنا اُن کا نصب العین تھا۔ سخاوت کے کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ بہادری اُن کا شیوہ تھی۔ بڑے بڑے طاقت وروں کو مات دے دیا کرتے تھے۔ جمشید احمد سروری وعدے کے سچے تھے۔ ظالم و جابر کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو مگر جمشید احمد ہمیشہ حق کے لئے لڑنے اور جدوجہد کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ اچھے کاموں کے ایک مہم جو کے طور پر مشہور و معروف تھے۔ جمشید احمد سروری شہید کے ساتھ جو کیا گیا اُس کا سیّدہ پروین زینبؔ سروری کو اندازہ ہی نہیں تھا۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری لکھتی ہیں:

چلا اس شان سے جانِ شہید انِ وفا بن کر
وہ روحِ انجمن تھا، اب نگارِ گلستاں ہوگا
دیا موجوں نے ساتھ اس کا ہمیشہ بحرِ ہستی میں
صدف نے گود میں پالا اُسے، نایابِ گوہر تھا[۲۸]

سیدہ پروین زینب سروری اس منقبت میں اپنے بھائی فقیر جمشید احمد سروری کی توصیف بیان کرتی ہیں جو ۲۰۱۴ء میں دہشت گردوں کے ایک حملے میں شہید ہو گئے تھے۔ وہ لکھتی ہیں کہ وہ شان سے شہید ہوئے وہ

روحِ انجمن تھے اور جنت کے باغات میں آرام کریں گے۔ ہمیشہ مشکلات نے ان کو گھیرے رکھا اور وہ ہر مشکل میں ثابت قدم رہے۔ وہ ایک گوہرِ نایاب تھے۔ وہ سخی تھے شرم و حیا کے پیکر تھے اور ہر وصف ان میں تھا۔ دلیری اور شجاعت ان کے ہاتھوں میں کھیلتی تھی۔ طوفانوں کے رخ کو موڑنا ان کا مشغلہ تھا۔ وہ کم گو تھے مگر ایک بات تھی وہ اپنے عہد و پیمان کی لاج رکھتے تھے۔ جہاں ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے وہاں حق کی بات کرنا اور حق کے لیے لڑنا ان کا مرغوب مشغلہ تھا۔ خدا کے حضور ہمیشہ سرِ تسلیم خم رہتا اور محفل میں عجز و نیاز کا پیکر بنے رہتے تھے۔ حق و صداقت اور شرافت کے علم بردار تھے وہ شہید حق اور شہیدِ وفا تھے۔ مہم جوئی ان کا شعار تھا اور کٹھن اور پر خار راستوں کے شیدائی تھے جہاں مشکل آتی وہاں ڈٹ کر کھڑے ہو جاتے۔ اے زینبؔ! کیا خبر تھی کہ لوگوں کو طویل زندگی کی دعا دینے والا ملکِ عدم اتنی جلدی چلا جائے گا۔

حکیم محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت

سیّدہ پروین زینبؔ سروری اپنے ابا جان کے مریدوں کو بھی نہیں بھولیں۔ اُن کی دربار کے رکھوالوں میں حکیم محمد یوسف مرحُوم بھی کسی کم درجے کے مالک نہیں ہیں۔ وہ فقیر عبد الحمید سروری کے قریبی خدمت گزاروں، ہاں میں ہاں کہنے والوں اور سائلین کے جھول بھرنے والوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ ہی دربار کی تقریبات کے زیادہ تر منتظم بھی تھے۔ حکیم محمد یوسف صاحب ۲۰۱۴ء میں انتقال کر گئے تھے۔ سیّدہ پروین زینبؔ سروری اپنے کلام کے اندر اُن کی شخصیت کو اس طرح بیان کرتی ہیں کہ حکیم محمد یوسف ہمیشہ وفا کے دیّے جلائے رکھا کرتے تھے اور عشقِ نبوی میں گم سم رہا کرتے تھے۔ ادب و احترام میں ایسے آگے چلے گئے تھے کہ اپنے مرشد کے حضور کچھ کہنے کی جرأت بھی نہیں کیا کرتے تھے۔ اُنھوں نے اپنی زندگی میں جو کمایا وہ غریبوں کی نذر کر دیا۔ اپنے لیے کچھ بچا کر نہیں رکھا۔

درگاہ عالیہ کلاچیہ کے فقیروں کے فقیر بھی ممتاز مقام پر جا پہنچے۔ اس کی ایک مثال حکیم محمّد یوسف بھی ہیں۔ وہ غریبوں اور دکھی انسانوں کے اتنا کام آیا کرتے تھے کہ اُس کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ اپنی روشِ جمالیہ سے کئی دلوں اور ذہنوں کو سنوارا اور سُدھارا۔ جس فکر و فلسفے میں مگن تھے اُس کی تقلید، توسیع اور تقویت کے سلسلے میں آیات و احادیث پیش کیا کرتے تھے۔ اُن کی آخرت کی طرف روانگی بھی اعلیٰ اور ارفع ہے۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری لکھتی ہیں:

چراغ سارے وفا کے ہر دم جلا رہے ہیں حکیم صاحب
کہ سوز عشقِ نبی میں خود کو مٹا رہے ہیں حکیم صاحب
زبان کھولیں نہ کچھ وہ مانگیں، کھڑے رہیں گے بہت ادب سے
کہ پیر و مرشد کے سامنے سر جھکا رہے ہیں حکیم صاحب(۲۹)

اس منقبت میں سیدہ پروین زینب سروی اپنے داداجان کے ایک مرید حکیم محمد یوسف مرحُوم کی منقبت بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ وہ چراغِ وفا تھے اور سوزِ عشقِ نبی کریم ﷺ میں خود کو مٹا رہے تھے۔ پیرومرشد کے سامنے وہ زبان بھی نہیں کھولتے تھے بس ادب سے کھڑے رہتے تھے۔ حصولِ تسکین دل کی خاطر وہ عمر بھر کی تمام پونجی غریبوں میں بانٹتے تھے۔ کلاچی (شہر کا نام) والے فقیر کامل ہیں ان کے مریدین اوران کے غلام بھی کامل ہیں۔ وہ مخلصین میں سے ہیں اور ہمیشہ نیاز مندی دکھاتے تھے۔ وہ نیاز و عجز و وفا کے پیکر ہیں اور بے تحاشا غریب پرور ہیں اور دکھی دلوں کا مداوا کرنے والے ہیں۔ وہ خلوص وعشق اور وفا کے موتی بانٹتے ہیں اور قلوب واذہان بھی سجاکے رکھتے تھے اور جب ان کے آقاؐ کی حدیث اور اللہ کی آیات سنائی جاتیں تو وہ کتابِ عرفان کے حوالے دل میں اتارتے تھے۔ سسکتے ہوئے لوگوں کے وہ ہمدم اور غموں کے ماروں کے آسرا ہیں۔ کسی کا سوچتے ہیں اور کسی کو دل سے لگا رہے ہیں۔ وہ سرورِ جان ہیں اوراپنے مرشد کا دستِ شفقت سر پہ لگا رکھا ہے۔ جب وہ سنتے ہیں کہ حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں تو وہ محفلوں کو خوب سجاتے ہیں اور راستوں کو گلابوں سے خوب سجاتے ہیں۔ فقیر ایسے عارفوں کی صف میں آکر کھڑے ہیں اور حکیم ایسے ہیں کہ لادوا مریضوں کو دوا دے رہے ہیں اوران کا علاج کر رہے ہیں۔

محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت

سیّدہ پروین زینبؔ سروری کے کُنبے نے اکیلے سر ہی نہیں بلکہ اپنے مریدین خادمین کے ساتھ انتہاپسندی کے خلاف بے جگری سے لڑائیاں کی ہیں اور جامِ شہادت نوش کئے ہیں۔ محمد عارف شہید بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ محمد عارف، فقیر جمشید احمد سروری قادری کے وفادار ساتھیوں اور مریدوں میں شمار کئے جاتے تھے وہ بھی فقیر جمشید احمد سروری کے ساتھ ہی طالبان کے ایک دہشت گرد حملے میں ۲۰۱۴ء میں شہید ہو گئے تھے۔ اُن کا تعلق صوبہ پنجاب سے تھا۔ سیّدہ پروین زینب سروری نے محمد عارف شہید کو بھی اپنے کلام کا حصہ بنایا ہے۔

آپ کہتی ہیں کہ محمد عارف پنجاب کا بیٹا ہے جو شہداء کی قطاروں میں آکر کھڑا ہوا ہے اور اُنھوں نے باغ وبن کی طرف روانگی اختیار کر دی ہے۔ جب بھی وفا کا تذکرہ ہو گا، 'وفا' وصف بیان کی جائے گی تو محمد عارف کا نام سرفہرست ہو گا۔ مسائل کے کتنے بھی مینار کھڑے کئے جائیں مگر پنجاب کا بیٹا سینہ تان کر کھڑا ہوا کرتا تھا۔ محمد عارف نے بھی اپنے دوست اور مرشد کے لیے بہادری سے لڑتے ہوئے جان قربان کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کو آخرت کا آرام بھی اپنے دوست اور مرشد کے ساتھ ہی نصیب ہوا۔ عارف نے اپنے نام عارف کا بھی قرض اُتار دیا۔ سیّدہ پروین زینب سروری نے محمد عارف کو کبھی پیچھے بھاگتے یا نیازی بنتے نہیں دیکھا بلکہ وہ اپنے آقا کی اعانت میں آگے آگے دکھائی دیا کرتے تھے۔ یہ ربِّ ذوالجلال والاکرام کی دین، عطا اور رضا ہے کہ محمد عارف کی زندگی 'خانقاہِ نوری' کے ساتھ جُڑ گئی۔ اپنے رہبر و رہنماء کا سچے سپاہی تھے جس نے کبھی اپنی جان کی پرواہ نہیں کی۔ محمد عارف ہی ہیں جو وفا کا مقابلہ جیت گئے۔ سُنی سُنائی بات ہے کہ جو بندہ جس مٹی سے پیدا کیا جاتا ہے اُس کی تدفین بھی وہیں کی جاتی ہے۔ محمد عارف شہید کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ سیدہ پروین زینب سروری لکھتی ہیں:

شہیدوں کے صفوں میں ہے کھڑا، پنجاب کا بیٹا
عدن کے راستوں پر چل پڑا، پنجاب کا بیٹا
وفا کے درس کا عنوان تھا، پنجاب کا بیٹا
کہ آئینِ وفا دے کر گیا، پنجاب کا بیٹا[۳۰]

اس منقبت میں سیدہ پروین زینب سروری محمد عارف شہید کی تعریف کرتی ہیں جو ۲۰۱۴ء میں سیدہ زینب سروری کے بھائی کے ہمراہ ایک دہشت گرد حملے میں شہید ہوئے۔ وہ لکھتی ہیں کہ پنجاب کا بیٹا شہیدوں کی صف میں کھڑا ہے۔ وہ وفا کا راہی تھا۔ وہ کبھی حالات کی سنگینیوں سے گھبرایا نہیں اور ہمیشہ مشکلات کے آگے ڈٹا رہا۔ اسے آقا کے قدموں میں شہادت کا رتبہ ملا۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے آقا کے ساتھ نہ ہوتا۔ وہ عارف تھا اور اس نے اپنے نام کی لاج رکھی۔ اس کی قبر بھی پیر و مرشد کے پہلو میں بنی وہ بہت خوش نصیب تھا کہ زندہ تھا تو اپنے مرشد کے ساتھ رہا اور شہید ہوا تو بھی مرشد کے پہلو میں جگہ نصیب ہوئی۔ جنت میں نغمہ سرا پھر رہے ہیں ان کی زندگی دربارِ نوری پر بسر ہوتی ہے۔ پنجاب کا بیٹا کسی سے پیچھے نہ رہا اور شجاعت اور بہادری کی ایک مثال قائم کر دی۔ اسے خانقاہ پر قسمت لے آئی اور وہ مقدر کا سکندر بن گیا۔ وہ اپنے پیر و مرشد کا کھرا عاشق تھا اور وفا میں بھی منفرد اور یکتا تھا۔

بہت کم لوگ ہیں جو اپنے پیر و مرشد پر اپنی جان لٹا دیتے ہیں اور محمد عارف وفاداری میں سب عارفوں پر بازی لے گیا۔ اس نے ساری زندگی آقا کے قدموں میں گزاری اور جہاں کی خاک ہو لحد وہیں بنتی ہے، محمد عارف کلاچی (شہر کا نام) کی مٹی تھا تبھی تو وہ کلاچی میں دفن ہوا۔

۲۔ سیدہ پروین زینب سروری کی منقبت نگاری کا فنی مطالعہ

سیدہ پروین زینب سروری کی مناقب کا اگر فنی مطالعہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل پہلو سامنے آتے ہیں:

صنائع و بدائع کا استعمال

سیدہ پروین زینب سروری کی منقبتوں میں سادگی اور سلاست کے باوجود صنائع بدائع کا برمحل استعمال ان کی ہنر مندی پر دال ہے۔ ان کی شاعری دراصل دل کی آواز ہے اور اس میں سے نکلی صدائیں ہشت پہلو نگینہ ہوتی ہیں جس میں تشبیہات و استعارات کی چمک دمک بھی ہتی ہے اور تراکیب و مرکبات کی جدّت بھی۔ سیدہ پروین زینب سروری کی ہنر مندی یہ ہے کہ انہوں نے صنائع بدائع کو اپنی منقبتوں کا حُسن و زیور بنایا ہے۔ مقصد و منتہیٰ نہیں۔ منقبت "امامِ عالی مقام" میں لکھتے ہیں:

ابھی سے ساقی کوثر نے جام بھر ڈالے
کہ آ رہا ہے وہ مقتل سے تشنہ کام حسین
اداس ارض و سماوات کی ہر اک شے ہے
تمھاری یاد میں روئیں گے خاص وعام حسین (۲۰)

اس منقبت میں سیدہ پروین زینب سروری نے صنعتِ تلمیح کو برمحل استعمال کیا ہے۔ ساقیِ کوثر کی تلمیح میں حضور اکرم ﷺ کی طرف اشارہ ہے۔

تاریخی حقائق کا منظوم بیان

سیدہ پروین زینب سروری کی منقبتوں میں تاریخی حقائق کی طرف بھی اشارے ملتے ہیں تاہم ان کا کمال یہ ہے کہ وہ ان واقعات کو شعری پیرائے میں بیان کر دیتی ہیں۔ تاریخی واقعات کو منظوم کرنا کوئی دشوار عمل نہیں

ہوتا لیکن کسی تاریخی سچائی اور واقعاتی صداقت کو شعری اسلوب میں اُجاگر کرنا ایک دشوار عمل ہوتا ہے لیکن انھوں نے تاریخی واقعات کو بڑی کامیابی کے ساتھ منظوم کیا ہے۔ منقبت "واقعہ کربلا" میں وہ لکھتی ہیں:

خط لکھے کوفیوں نے مولا کے نام سارے
اوپر لکھے ہوئے تھے اللہ کے نام پیارے
ہے واسطہ خدا کا سبطِ رسول تجھ کو
ہم ہیں غلام تیرے آقا ہو تم ہمارے

اک مرتبہ ہی آؤ اور ہم کو آزماؤ
قدموں میں تخت رکھ دیں اور تاج بھی تمھارے [۳۲]

اگر سیدہ پروین زینب سروری چاہتی تو ان تاریخی موضوعات پر نظمیں بھی تخلیق کر سکتی تھیں لیکن انہوں نے ہر واقعہ کو ایک شاعرہ کی آنکھ سے دیکھا اور اس میں شعری جاذبیت پیدا کر کے منقبت کا شعر بنا دیا ہے۔

شعری جذبہ اور وارفتگی

سیدہ پروین زینب سروری کی منقبت نگاری کا مطالعہ کرتے ہوئے ابتدا ہی میں اس امر پہ ہماری توجہ مرکوز ہو جاتی ہے کہ ان کا حرف شعر جذبے کے وفور اور گہری وارفتگی کے سر چشمے سے سیراب ہو رہا ہے۔ چنانچہ منقبت نگاری ان کے لیے ایک ایسے وظیفہ حیات کی حیثیت رکھتی ہے جو ان کی زندگی کو بامعنی بناتا اور ان کے طرز احساس کی تشکیل کرتا ہے۔ ان کا شعری اظہار اس امر کا غماز ہے کہ انھوں نے مستعار فکر و نظر سے اپنے دل و جاں کو آراستہ کرنے کے بجائے اپنے جذبہ و احساس کی فراوانی سے کام لیا اور دل کی دنیا کو نکھارا اور سنوارا ہے۔ ان کی شاعری میں ان کے اپنے دل کی حکایت بیان ہوئی ہے اور ان کی اپنی روح کلام کرتی ہے۔ اس حقیقت کا خود ان کو بھی واضح طور پر احساس ہے اور وہ اپنی شاعری میں اس کا برملا اظہار بھی کرتی ہیں۔ راستوں کو دیوار اور وقت کے حکمرانوں کو نئے فرعون سے مستعار و مشبہ کیا گیا ہے۔

سیدہ پروین زینب سروری کے کلام میں جوش و جذبہ کثرت سے ملتا ہے۔ ان کے ہاں جوش سطحی الفاظ یا دھواں دھار خیالات کے باعث پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ وہ جوش ہے جو خلوص کی بنیاد پر وجود میں آتا ہے۔ شاعر دو

طرح سے اپنے اشعار میں جوش پیدا کر سکتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ جو شیلے، متحرک اور زور آور الفاظ استعمال کر کے اپنے قاری کے اندر جوش و خروش پیدا کر دے۔ اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ حق و صداقت کی گرم جوشی کا سہارا لے کر اپنے خیالات کو زیادہ زورآور بنائے تا کہ اس کا قاری اس کے جذبے کی حدّت سے اپنے اندر جوش و خروش محسوس کرے۔ سیدہ پروین زینب سروری کی منقبتوں میں جذبات و صداقت کی حدِّت رواں دواں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سیدہ پروین زینب سروری اپنے قاری کے اندر ایسا جوش وجذبہ پیدا کرنا چاہتی ہیں جو اعلیٰ اخلاقی قدروں کے فروغ کے لیے کام آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ شاعر کے دل کی صداقت اگر قاری کے دل و دماغ کو معطر کر دے تو اس سے بڑھ کر اور کوئی خوبی نہیں ہو سکتی۔

موضوعات کا تنوع

ان کی منقبتوں میں واقعۂ شب ہجرت، واقعۂ غدیر خم، شعب ابی طالب میں محصوری، واقعۂ عقدِ نبیؐ، حضرتِ خدیجہؑ کی والہانہ امداد، واقعۂ شبِ ہجرت، خانہ کعبہ میں ولادتِ حضرت علیؑ کا واقعہ، واقعۂ جنگِ خیبر و خندق، نزول ذوالفقار کا قصہ، قصۂ صلح حدیبیہ، قصۂ باغِ فدک، کعبہ میں دوشِ نبیؐ پر حضرت علیؑ کی بُت شکنی کا واقعہ، درِ زہراؑ پر ستارے کے اُترنے کا واقعہ، واقعۂ مباہلہ، صلحِ امام حسنؑ کا واقعہ، واقعۂ رجعتِ خورشید اور اسی قبیل کے دیگر واقعات کی طرف بھی اشارے ملتے ہیں۔

مناقب میں پیکر تراشی

سیدہ پروین زینب سروری کی منقبت نگاری کا سب سے اہم اور قابلِ ذکر پہلو خلوص و عقیدت، جذبات کی شدت، والہانہ انداز، مصوّری اور پیکر تراشی ہے، جس میں زبان کا حسن بھی ہے اور بیان کی عمدگی بھی۔ فنی رچاؤ بھی ہے اور فن کی چاشنی بھی۔ منقبت نگاری، ان کی تہہ دار شخصیت اور نمایاں فکر و فن کا ایک تابناک پہلو ہے، جسے کسی بھی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ انھوں نے فنی لحاظ سے صنفِ منقبت کو قابلِ قدر اور جمالیاتی رخ سے ہمکنار کرنے کے لیے اسے مختلف شعری اسلوب میں ڈھالنے کی سعی کی ہے اور اس میں کامیاب رہی ہیں۔

لہجے کا دھیماپن

سیدہ پروین زینب سروری کی مناجات اور مناقب میں اللہ تعالیٰ سے عقیدت اور التجا ہے۔ ان کا لہجا دھیما اور التجائیہ ہے جو کہ مناقب اور مناجات کے لیے لازمی جزو ہے۔ ان کے الفاظ کا چناؤ نہایت عمدہ اور برملا ہے۔ جب وہ اللہ سے دعا کرتی ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ سے اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار ضرور کرتی ہیں۔ کبھی کبھی وہ بے باکانہ بھی اللہ کے حضور اپنی التجا پیش کرتی ہیں۔ وہ صرف اپنے لیے دعا گو نہیں ہیں بلکہ ان کی دعائیں اجتماعی اور تمام لوگوں کے لیے ہیں۔

دوسری شعری اصناف کی طرح منقبت نگاری میں بھی فنی ہنر مندی اور فکری بلندی اپنی ایک اہمیت رکھتی ہیں، لیکن منقبت نگاری محض فن شعر گوئی کا حاصل نہیں ہوتا۔ اس کی فضا صرف محاسن کلام، الفاظ کی آرائش، بیان کی قوت اور تخیل کی صلاحیت سے نہیں بنتی۔ اس کے علاوہ بھی کچھ درکار ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ ہے اس کی خوشبو کو پھیلانے میں عشق صادق اور جذبہ فراواں بڑا اہم کرادر ادا کرتے ہیں۔ پروین زینب سروری کے کلام میں عشق اور جذبے کی بلندی اور فروانی دیکھی جا سکتی ہیں۔

سیدہ پروین زینب سروری نے اپنی منقبتوں کے ذریعہ یہ بات ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ محمدؐ اور ان کی اولاد وہ عظیم المرتبت نفوس ہیں جو کائنات کی ہر چیز کی تقدیر بدل سکتے ہیں۔ سیدہ پروین زینب سروری کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے استدلال، تفکر اور شاعرانہ ہنر مندیوں سے اپنی منقبتوں کو دورِ جدید سے منسلک کر دیا ہے۔ اب ان کی منقبتوں کے مطالعہ کے بعد بلا خوف و تردد کہا جا سکتا ہے کہ عصرِ حاضر میں سیدہ پروین زینب سروری نے اس صنف کو ایک نئ زندگی عطا کی ہے اور جب تک صنف منقبت زندہ ہے سیدہ پروین زینب سروری کا نام زندہ و پائندہ رہے گا۔

سیّدہ پروین زینؔب سروری قادری کی دوسری کتاب 'حریمِ نور' ہے۔ یہ خالصتاً حمدیہ اور نعتیہ کلام پر مبنی کتاب ہے جس کے اندر صرف تین مناجاتیں دی گئی ہیں۔ یہ تینوں مناجات وزن و بحر کے ساتھ لکھی گئی ہیں جن پر اگر نظر دوڑائی جائے تو پتا چلتا ہے کہ انتہائی ادب سے اللہ تعالیٰ کے یہاں مسائل عرض کئے گئے ہیں۔ ذاتِ باری تعالیٰ سے دعا کی گئی ہے کہ یاربّ العالمین! بلا کا دردِ محبت عطا کر دیجیے۔ یارب! تیری عنایت سے ایک نئ کائنات کی تخلیق عمل میں آ جائے جسے عرفِ عام میں ایک نیا جہانِ ممکن بھی کہا جاتا ہے۔ دورنگی دنیا کے اندر انسانیت

سنوارنے کے لئے ایک مہدی کی ضرورت ہے۔ انسان کا ظاہر وباطن ایسا ہو جائے کہ کہکشاں بھی اُس کی مثال دیں۔ یاربّ! انسان خطاؤں کا پُتلا ہے اس کے گناہوں کی بخشش فرمااور رحمتوں کے بادل برسا۔ کافر دنیا کے اندر اتنے طاقتور ہو گئے ہیں کہ بے بس مسلمان اپنی جان تک نہیں بچا سکتے۔ کشمیر، انڈیا، افغانستان، عراق، فلسطین اور دنیا کے دوسرے حصوں میں مسلمانوں کے ساتھ بہت ہی بُرا سلوک برتا جارہا ہے۔ کافر مسلمانوں پر ظلم وستم کر رہے ہیں، طعنے دے رہے ہیں اوراسلام اور مسلمانوں کے خلاف ناقابلِ بیان الفاظ کا استعمال کیا جارہا ہے۔ اظہار رائے کی آزادی کے نام پر بہت بُرا ہو رہا ہے۔

زبان وبیان میں سادگی وسلاست

سادگی وسلاست فنی لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جن کی بنا پر کلام عام لوگوں کو آسانی سے سمجھ آجاتا ہے۔ خواجہ محمد اکرام الدین اپنی کتاب "اردو کی شعری اصناف" میں سادگی کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "سادگی سے مراد یہ ہے کہ شعر میں باندھا گیا خیال بالکل واضح اور صاف وسادہ ہو یعنی جس تک عام ذہن ایک دم پہنچ جائے۔ سادگی بیان کی وہ خاصیت ہے جس میں عام خیالات عام اور مانوس الفاظ میں ادا کیے جاتے ہیں یعنی ان میں تشبیہ واستعارہ کی بہتات نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ایسے فلسفیانہ اور متصوفانہ مضامین وخیالات کو پیش کیا جاتا ہے۔ جن تک ایک عام ذہن نہیں پہنچ سکے"۔ (۳۳)

سیدہ پروین زینبؔ سروری نے اپنی مناجات میں اللہ تعالیٰ کی صفات انتہائی عاجزی، انکساری کے ساتھ اور مؤدبانہ اور گزارشانہ انداز میں بیان کی ہیں۔ سلیس اور بلیغ زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔ جو بات کرتی ہیں اُس کے اندر ایک تسلسل ہے اور کہنے کا مقصد بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔ اس معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ پروین زینبؔ سروری قادری کا مطالعہ وسیع ہے۔ ان کی مناقب وزن وبحر پر پورا اُترتی ہیں۔ سادہ زبان بیان کی گئی ہے۔

سیدہ پروین زینبؔ سروری نے مقدس شخصیات کے محاسن اُجاگر کرنے کے لیے نعت، سلام، قصائد، نظم اور منقبت کا سہارا لیا ہے۔ دوسری اصناف کی نسبت منقبت میں ان کے طبعی جوہر کھل کر ہمارے سامنے آئے ہیں۔ ان منقبتوں میں زبان سادہ اور سلیس استعمال کی گئی ہے اورزبان سے زیادہ رفعتِ خیال کو اہمیت دی گئی

ہے۔ اسی طرح صنائع بدائع سے بھی حتی الامکان گریز کیا گیا ہے۔ عربی اور فارسی ترکیبوں سے بھی گریز کیا ہے۔ منقبت کے لیے جذبہ صادق اور گہری عقیدت درکار ہوتی ہے اسی لیے سیدہ پروین زینب سروری نے ان منقبتوں میں سادات سے اپنی عقیدت اور محبت کا نذرانہ پیش کیا ہے۔

د۔ سیدہ پروین زینب سروری کی مذہبی شاعری کا مجموعی جائزہ

ا۔ مجموعی جائزہ

اردوادب کے اندر اگر تھوڑی سی نظر دوڑائی جائے تو پتا چلتا ہے کہ اس کے اندر مذہبی شاعری کا ایک خزانہ پایا جاتا ہے جس کو کوئی بندہ ناپ تول نہیں سکتا۔ ہاں البتہ اتنا ضرور ہے کہ جتنا مشاہدہ اور مطالعہ کرے گا اُتنے ہی موتی و مرجان ہی حاصل کرے گا اور اس کی عقل، علم و فہم کو تقویت ہی ملے گی۔ سیّدہ پروین زینؔب سروری قادری نے بھی اردوادب کی گود مذہبی شاعری سے بھرنے میں اپنے حصے کا کام کیا ہے۔ اُن کا حمدیہ اور نعتیہ کلام اُن کے عصر کی شاعراؤں سے کسی بھی لحاظ سے کم نہیں ہے بلکہ وہ اپنے دور کی کئی ممتاز حمد گو اور نعت گو شاعراؤں کے شانہ بہ شانہ کھڑی ہیں۔ اُنہوں نے مذہبی شاعری کی مقبول ترین اصناف حمد، نعت، مناجات، منقبت وغیرہ پر بھرپور طریقے سے طبع آزمائی کی ہے اور جس بھی موضوع پر سُخن وربنی ہیں اُس پر پہلے مطالعہ اور مشاہدہ کیا ہے۔

نعت و حمد اردوادب کی نہایت مقدس اصناف ہیں اور ان کا اصلی منبع و مصدر بھی قرآن و سنت ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شعرائے حمد و نعت کے بیشتر مضامین قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے الہام پاتے ہیں۔ جیسے جیسے انسان قرآن وحکیم کی بے کراں تجلیات سے مستفید ہو کر آگے بڑھتا ہے تو اس پر سرورِ کائنات ﷺ کی توصیف و ثنا کے اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں تو وہ سوچ سوچ کر حیران رہ جاتا ہے کہ خدائے عزوجل نے اپنے حبیب کی اس درجہ توصیف کر دی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی عظمت اور فضیلت کے نغمے گائے ہیں اور اس کے متن میں آپ کے حُسن اور حُسنِ بیاں کو سراہا ہے۔

سیدہ پروین زینب سروری اگرچہ حمدیہ اور نعتیہ شاعری کی دنیا میں نووارد ہیں مگر ان کی نعتیں عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ ان کی حمد میں اللہ کی عظمت و بڑائی کو بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ انھوں نے نعت گوئی اور حمدیہ شاعری میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ نوری دربار ایک اکادمی کا درجہ رکھتی ہے جس سے لوگ

پیری مریدی کے سلسلے میں بندھے ہوئے توضرور ہیں لیکن اس خانقاہ کے ادبی اور شاعرانہ اوصاف وخدمات کو بھی نہیں بھولا جاتاہے۔ یہ در گاہ ایک تناور درخت کی مانند ہے جس کے پتے، پھول اور شاخیں پورے ادب پر چھاؤں کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ جتنا بھی اس اکیڈمی کا مطالعہ کیاجائے گا اُتناہی فیض حاصل کیاجائے گا۔ مطالعہ کی محنت رائیگاں ہونے کاتو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سیّدہ پروین زینبؔ سروری قادری بھی اسی تناور درخت کی اہم شاخوں میں شُمار کی جاتی ہیں۔ 'تسبیحِ نور'، 'حریمِ نور'، 'قندیلِ نور' اور "تعبیرِ نور" ان کی مذہبی شاعری کے مجموعے ہیں۔

سیدہ پروین زینبؔ سروری نے حمدیہ کلام کے اندر قرآنِ کریم کے مطالعہ کو شامل کیاہے تاکہ جولوگ قرآنِ کریم سے اگر دوری بھی اختیار کئے ہوئے ہیں اُن کے یہاں کسی نہ کسی طریقے سے قرآنِ کریم کی تعلیم پہنچ سکے۔ نعتیہ کلام کے اندر بھی سیّدہ پروین زینبؔ سروری نے اپنی صلاحیتوں کالوہامنوایاہے۔ اُن کی مناجاتیں اور مناقب معیاری ہیں۔ اُن کو شاعری کے کسی بھی قانون سے خارج نہیں کیاجاسکتاہے۔

سیدہ پروین زینبؔ سروری قادری کی جانب سے اپنی دونوں کتب 'تسبیحِ نور' اور 'حریمِ نور' کے اندر امامِ کائنات، احمد مجتبیٰ ﷺ کی شخصیتِ مبارکہ کے بہت سارے پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔ پیشوا، خاتم الانبیاء کی بے مثال ہستی کا جتنا بھی تذکرہ کیاجائے کم ہے۔ نعتیہ شاعری خود ایک درود کا درجا رکھتی ہے جس کے وسیلے سے معرفت پر زور دیاجاتاہے اور پیغمبر اسلام سے اُنسیت کو اور بھی تقویت دی جاتی ہے۔ آپ ﷺ کی شخصیت کی قدر کرنے اور سُنتِ مبارکہ پر عمل کرنے کی ترغیب بھی دی جاتی ہے۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری نے بھی روضہ ءانور پر حاضری جیسے دل فریب عمل کو بہت ہی اہمیت دی ہے اور ہر مسلمان کی خواہش بھی ہوتی ہے کہ ضرور بہ ضرور روضہ ءرسول پر حاضری دے اور آقائے دوجہاں ﷺ سے قربت حاصل کرے۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری نے بھی اپنی نعتیہ شاعری کے اندر اس حوالے سے بے حد پرچار کیاہے اور ان کی نعت گوئی سے پیغمبر پاک ﷺ سے من کی محبت دوبالاہو جاتی ہے۔ اگر اوصافِ نبی ﷺ، طلبِ دیدار، صلوٰۃ ودرود کے ذکر جمیل، روضۂ انور، درِاقدس پر حاضری کی مثالیں کثرت سے استعمال ہوئی ہیں۔ چوں کہ سیّدہ پروین زینبؔ سروری کی ساری کی ساری نعتیہ شاعری انہی خیالات وافکار سے بھری پڑی ہے۔ 'سب رسولوں کے ہیں آپ ہی پیشوا'، 'سبز گنبد تیرا چومتی ہے صبا'، 'وجد میں جھومتی پھر رہی ہے گھٹا'، 'سامنے روضۂ رسول پاک جب تک رہے، بھول جاتے ہیں سب رنج و غم باخُدا' وغیرہ اس سلسلے کے دلائل اور حوالے ہیں۔

اُن کی حمد یہ شاعری کہیں کہیں تو قرآنِ کریم کا ترجمہ محسوس ہوتی ہے۔ جیسے رحیم، مہربان، پانی سیاہی بن جائے وغیرہ۔ ایسا علمی ادبی ہُنر، فن، آرٹ جس سے عبارت براہِ راست، ٹھوس، بروقت، تازہ ترین محسوس ہو اور زبان پر آسانی سے آ سکے اُسے 'صنایع بدایع کا علم' کہا جاتا ہے۔ ایسی عبارات دورانِ خطاب و تقریر مقرر کے لئے تالیوں اور داد کا باعث بنتی ہیں۔ سیدہ پروین زینبؔ سروری قادری کی جانب سے اپنے حمد یہ کلام کی بُنت ایسی کی گئی ہے کہ بات یک دم سمجھ میں آ جاتی ہے اور کوئی لمبی چوڑی یا فلسفیانہ طرز گفتگو سے گریز کیا گیا ہے۔

سیدہ پروین زینب سروری اگرچہ حمد یہ اور نعتیہ شاعری کی دنیا میں نووارد ہیں مگر ان کی نعتیں عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ ان کی حمد میں اللہ کی عظمت و بڑائی کو بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ انھوں نے نعت گوئی اور حمد یہ شاعری میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ زبان و بیان کو دھیان میں رکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ سیدہ پروین زینبؔ کی زبان انتہائی سادہ، سلیس، سہل، عام فہم اور اخلاقیات سے آراستہ ہے۔ اُسوۂ حسنہ کو پوری پوری کوشش کے ساتھ اچھے سے اچھا پیش کیا گیا ہے۔ بیان میں بہت ہی روانی ہے۔

یہ تحقیق اُن کی مذہبی شاعری کی مقبولیت اور معیار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہاں سیّدہ پروین زینبؔ سروری کے صرف دو کتب 'تسبیحِ نور' اور 'حریمِ نور' کا مطالعہ کیا گیا جو بھی انتہائی مختصر اور جامع ہے۔ اس میں مذہبی شاعری جس کے اندر حمد، نعت، مناجات اور منقبت آ جاتی ہیں، پر تحقیق کی گئی۔

قدیم اُردو شاعری کی روایت رہی ہے کہ خدا اور رسولؐ کے بعد صحابہ کرام کی شان و فضیلت اور نیکو کاروں کی سیرت و عظمت کے مضامین بیان کیے جاتے تھے۔ اُردو زبان کے قدیم شعرا میں سب سے مقدم سلطان قلی قطب شاہ کے کلام میں حمد و نعت کے بعد منقبت کا کافی حصہ شامل ہے۔ بعد ازاں سوداؔ اور میرؔ نے تواتر کے ساتھ مذہبی جوش میں لبریز ہو کر منقبت میں متعدد قصائد لکھے ہیں۔ منقبت کے حوالے سے انشااللہ خاں انشاؔ کا نام بھی خاصا اہم ہے، جنھوں نے اس مصنف میں زیادہ زورِ طبع صرف کیا۔

مناجات کے لغوی اور فنی معنی کسی سے اپنا بھید کہنا یا پھر طلبِ نجات کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا کرنا کے لئے واضح کئے گئے ہیں۔ منت اور سماجت کے ساتھ خدا کے حضور میں گڑگڑانے کا عمل "مناجات" کی دلیل ہے۔ جس طرح ایک آدمی اپنے دل کا حال بیان کر کے تمام حالات حسب منشا ہونے کے لئے خدا سے

درخواست کرتا ہے اسی طرح کسی شاعری یا نظم میں خدا کی تعریف اور اپنی عاجزی کا اظہار کر کے دعا اور التجا کرنے کے ہیں۔

جن شخصیات کی شان و شوکت اور خدمات بیان کرنے کے لئے منقبت گوئی کی گئی ہے اُن میں حضرت علی کرم اللہ وجہُ، بی بی فاطمتہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ، میاں سُلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ، فقیر نور محمد سروری قادری، فقیر عبد الحمید سروری قادری، پشاور ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس عبد اکریم کُنڈی، بابا تاج الدین، فقیر جمشید احمد سروری قادری، حکیم محمد یوسف صاحب اور محمد عارف شہید شامل ہیں۔

دوسری شعری اصناف کی طرح منقبت نگاری میں بھی فنی ہنر مندی اور فکری بلندی اپنی ایک اہمیت رکھتی ہیں، لیکن منقبت نگاری محض فن شعر گوئی کا حاصل نہیں ہوتا۔ اس کی فضا صرف محاسن کلام، الفاظ کی آرائش، بیان کی قوت اور تخیل کی صلاحیت سے نہیں بنتی۔ اس کے علاوہ بھی کچھ درکار ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ ہے اس کی خوشبو کو پھیلانے میں عشق صادق اور جذبہ فراواں بڑا اہم کرادر ادا کرتے ہیں۔ پروین زینب سروری کے کلام میں عشق اور جذبے کی بلندی اور فروانی دیکھی جا سکتی ہیں۔

سیدہ پروین زینؔب سروری نے مقدس شخصیات کے محاسن اُجاگر کرنے کے لیے نعت، سلام، قصائد، نظم اور منقبت کا سہارا لیا ہے۔ دوسری اصناف کی نسبت منقبت میں ان کے طبعی جوہر کھل کر ہمارے سامنے آئے ہیں۔ ان منقبتوں میں زبان سادہ اور سلیس استعمال کی گئی ہے اور زبان سے زیادہ رفعتِ خیال کو اہمیت دی گئی ہے۔ اسی طرح صنائع بدائع سے بھی حتی الامکان گریز اختیار کیا گیا ہے۔ عربی اور فارسی ترکیبوں سے گریز کیا ہے۔ منقبت کے لیے جذبہ صادق اور گہری عقیدت درکار ہوتی ہے اسی لیے سیدہ پروین زیننب سروری نے ان منقبتوں میں سادات سے اپنی عقیدت اور محبت کا نذرانہ پیش کیا ہے۔

سیدہ پروین زینب سروری نے اپنی منقبتوں کے ذریعہ یہ بات ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ محمدؐ اوران کی اولاد وہ عظیم المرتبت نفوس ہیں جو کائنات کی ہر چیز کی تقدیر بدل سکتے ہیں۔ سیدہ پروین زینب سروری کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے استدلال، تفکر اور شاعرانہ ہنر مندیوں سے اپنی منقبتوں کو دورِ جدید سے منسلک کر دیا ہے۔ اب ان کی منقبتوں کے مطالعہ کے بعد بلا خوف و تردد کہا جا سکتا ہے کہ عصرِ حاضر میں سیدہ

پروین زینب سروری نے اس صنف کو ایک نئی زندگی عطا کی ہے اور جب تک صنف منقبت زندہ ہے سیدہ پروین زینب سروری کا نام زندہ وپائندہ رہے گا۔

سیدہ پروین زینب سروری نے شاعری میں حمد، نعت، مناجات اورمنقبت جیسی شعری اصناف پر لکھاہے اور حمد میں عظمتِ خداوندی، خالق و مخلوق کا تعلق، صفاتِ الٰہیہ، نعت میں اوصافِ نبی کریم ﷺ، طلبِ دیدار، صلوٰۃ ودرود کا ذکرِ جمیل، روضہ انور، مناجات میں ربِ تعالیٰ کی صفات، عاجزی اورانکساری جیسے موضوعات کو اپنے کلام کا حصہ بنایاہے۔

اگر کتاب "حریمِ نور" کا مطالعہ کیاجائے تو اس میں بھی نعتیہ شاعری کی گئی ہے۔ "حریمِ نور" کی نعتیں بھی حُبِ رسول ﷺ سے سرشاراور بھرپور ہیں۔ دل میں اگر درد ہوتاہے تو اس سے جو نعتیں لکھی جاتیں ہیں ان کامزا ہی کچھ اور ہوتاہے۔ نعت گوئی کے لئے دل میں ایک الگ قسم کے ماحول کی ضرورت ہوتی ہے چوں کہ یہ غیر معمولی کام نہیں ہے۔ کوئی قافیے، ردیف یاوزن بحر کا کھیل نہیں ہے۔ ویسے تو سارے شہر نبی ﷺ کے ہیں مگر مدینے کی بات بہت ہی مختلف ہے۔ سارے جہاں میں اس شہر کا عکس نظر آتاہے، سارے جہاں میں پیغمبر اسلام کے چاہنے والے موجود ہیں مگر مدینے میں جاکر یہ ماحول دیکھنے کامزا ہی کچھ اور ہے۔

سیّدہ پروین زینؔب سروری قادری کی دوسری کتاب 'حریمِ نور' ہے۔ یہ خالصتًا حمدیہ اور نعتیہ کلام پر مبنی کتاب ہے جس کے اندر صرف تین مناجاتیں دی گئی ہیں۔ یہ تینوں مناجات وزن وبحر کے ساتھ لکھی گئی ہیں جن پر اگر نظر دوڑائی جائے تو پتا چلتاہے کہ انتہائی ادب سے اللہ تعالیٰ کے یہاں مسائل عرض کئے گئے ہیں۔ ذاتِ باری تعالیٰ سے دعا کی گئی ہے کہ یاربّ العالمین! بلا کا دردِ محبت عطا کر دیجیے۔ یارب! تیری عنایت سے ایک نئی کائنات کی تخلیق عمل میں آ جائے جسے عرفِ عام میں ایک نیاجہانِ ممکن بھی کہاجاتاہے۔ دورِ نگی دنیاکے اندرانسانیت سنوارنے کے لئے ایک مہدی کی ضرورت ہے۔ انسان کا ظاہر وباطن ایساہوجائے کہ کہکشاں بھی اُس کی مثال دیں۔ یاربّ! انسان خطاؤں کا پُتلاہے اس کے گناہوں کی بخشش فرمااور رحمتوں کے بادل برسا۔ کافر دنیاکے اندر اتنے طاقتور ہوگئے ہیں کہ بے بس مسلمان اپنی جان تک نہیں بچاسکتے۔ کشمیر، انڈیا، افغانستان، عراق، فلسطین اور دنیاکے دوسرے حصوں میں مسلمانوں کے ساتھ بہت ہی بُرا سلوک برتاجارہاہے۔ کافر مسلمانوں پر ظلم وستم

کر رہے ہیں، طعنے دے رہے ہیں اوراسلام اور مسلمانوں کے خلاف ناقابلِ بیان الفاظ کااستعمال کیاجارہاہے۔ اظہاررائے کی آزادی کے نام پر بہت بُراہو رہاہے۔

سیدہ پروین زینبؔ سروری نے اپنی مناجات میں اللہ تعالیٰ کی صفات انتہائی عاجزی، انکساری کے ساتھ اور مؤدبانہ اور گزارشانہ انداز میں بیان کی ہیں۔ سلیس اور بلیغ زبان کااستعمال کیاگیاہے۔ جوبات کرتی ہیں اُس کے اندرایک تسلسل ہے اور کہنے کامقصد بھی سمجھ میں آجاتاہے۔ اس معلوم ہوتاہے کہ سیدہ پروین زینبؔ سروری قادری کامطالعہ وسیع ہے۔ان کی مناقب وزن بحر پر پورااُترتی ہیں۔سادہ زبان بیان کی گئی ہے۔

۲۔ نتائج

سیدہ پروین زینب سروری کی مذہبی شاعری کا تحقیقی مطالعہ سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

ا. سیدہ پروین زینب سروری کی مذہبی شاعری علم بیان وبدیع کے معیارات پر پورااترتی ہے۔

۲. حمد، نعت، مناجات اور منقبت میں سیدہ پروین زینب سروری نے کامل جذبوں کااظہار کیاہے۔

۳. سیدہ پروین زینب سروری نے مذہبی شاعری کو جدید موضوعات سے ہم آہنگ کیاہے۔

۳۔ سفارشات

سیدہ پروین زینب سروری کی مذہبی شاعری کے فکری وفنی مطالعے اوراس سے حاصل ہونے والے نتائج کوسامنے رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل سفارشات مرتب کی جاتی ہے جو کہ آنے والے محققین کے لیے فائدہ مند ہوں گی:

ا. سیدہ پروین زینب سروری کی غزل گوئی پر تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

۲. مذہبی شاعری کے حوالے سے خواتین شاعرات کی کاوشوں پر بھی تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔

۳. دیگر مذہبی شاعری کرنے والی خواتین کے کلام سے سیدہ پروین زینب سروری کے کلام کاتقابلی مطالعہ اہم تحقیقی کام ہو گا۔

حوالہ جات

١. احمد، شمیم، "اصنافِ سخن اور شعری ہئیتیں"، انڈیا بک امپوریم، بھوپال، ١٩٨١ء، ص ٢٠٥

٢. نصیر الدین نصیر، پیر، "فیضِ نسبت"، مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ، اسلام آباد، ٢٠٠٠ء، ص ا تا ٢

٣. یحیٰ نشیط، سید، ڈاکٹر، "اردو میں حمد و مناجات"، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، اردو بازار کراچی، ٢٠٠٠ء، ص ١٦٩

٤. اقبال، محمد، "بانگِ درا"، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، طبع سی سوم، ١٩٧٦ء، ص ٢١٢

٥. سروری، زینب، پروین، سیدہ، تسبیحِ نور، مکتبہ ءجدید لاہور، ٢٠١٥ء، ص ١٨

٦. ایضاً، ص ٢١

٧. سروری، زینؔب، پروین، سیدہ، حریمِ نور، مکتبہ جدید لاہور، ٢٠١٨ء، ص ١٧

٨. ایضاً، ص ٢٠

٩. ایضاً، ص ٢٢

١٠. ایضاً، ص ٢٢

١١. سروری، زینب، پروین، سیدہ، تسبیحِ نور، ص ٢٢

١٢. سروری، زینؔب، پروین، سیدہ، حریمِ نور، ص ١٨

١٣. ایضاً، ص ١٨

١٤. ناز قادری، پروفیسر، اردو ناول کا سفر، مکتبہ صدف مہدی حسن روڈ، مظفر پور (انڈیا)، دسمبر ٢٠٠١ء، ص ٩٤

١٥. سروری، زینب، پروین، سیدہ، تسبیحِ نور،، ص ١٧

١٦. اکرام، خواجہ، ڈاکٹر، اردو کی شعری اصناف'، شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی، دہلی، ١٩٩٩ء، ص ٧٩

١٧. سروری، زینب، پروین، سیدہ، تسبیحِ نور،، ص ٢٢

١٨. احمد، شمیم، "اصنافِ سخن اور شعری ہئیتیں"، انڈیا بک امپوریم، بھوپال، ١٩٨١ء، ص ٢٠٦

١٩. سروری، زینب، پروین، سیدہ، تسبیحِ نور،، ص ٢٥٥

٢٠. ایضاً، ص ٢٥٨

٢١. ایضاً، ص ٢٦١

۲۲. ایضاً، ص۲۸۶

۲۳. ایضاً، ص۲۹۰

۲۴. ایضاً، ص۲۹۲

۲۵. ایضاً، ص۳۰۱

۲۶. ایضاً، ص۳۰۵

۲۷. ایضاً، ص۳۰۳

۲۸. ایضاً، ص۳۰۷

۲۹. ایضاً، ص۳۱۱

۳۰. ایضاً، ص۳۱۴

۳۱. ایضاً، ص۲۶۸

۳۲. ایضاً، ص۲۷۲

۳۳. اکرام، خواجہ، ڈاکٹر، اردو کی شعری اصناف'، شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی، دہلی، ۱۹۹۹ء، ص۹۲

کتابیات

بنیادی مآخذ

سروری، زینب، پروین، سیدہ، تسبیحِ نور، مکتبۂ جدید لاہور، ۲۰۱۵

سروری، زینب، پروین، سیدہ، حریمِ نور، مکتبہ جدید لاہور، ۲۰۱۸ء

ثانوی مآخذ

ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء

احمد، شمیم، "اصنافِ سخن اور شعری ہیئتیں"، انڈیا بک امپوریم، بھوپال، ۱۹۸۱ء

اقبال، محمد، "بانگِ درا"، الحمر اپبلشنگ اسلام آباد، ۲۰۰۱ء

اقبال، محمد، "بانگِ درا"، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، طبع سی سوم، ۱۹۷۶ء

اقبال، محمد، "کلیاتِ اقبال اردو"، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع یازدہم ۲۰۱۳ء

اکرام، خواجہ، ڈاکٹر، اردو کی شعری اصناف'، شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی، دہلی، ۱۹۹۹ء

جمال، انور، پروفیسر، 'ادبی اصطلاحات'، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۲۰۱۴ء

رحمانی، صبیح، "اردو کا حمدیہ ادب: اجمالی مطالعہ"، نعت ریسرچ سینٹر، گلستانِ جوہر کراچی، ۲۰۲۰ء

روہوی، فراغ، حمد کا عالمی انتخاب، مغربی بنگال اُردو اکیڈمی کلکتہ، ۲۰۱۹ء

سید ابو الحسن علی ندوی، "کاروان مدینہ"، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوہ لکھنوٗ، سن ندارد

سید عبد اللہ، ڈاکٹر، اشاراتِ تنقید، چمن بک ڈپو، اردو بازار دہلی، ۱۹۶۶ء

علیم صبانویدی، "نعتیہ شاعری میں ہیئتی تجربے"، ٹمل ناڈو اردو پبلی کیشنز، چینی، انڈیا،

فرمان فتح پوری، "اردو کی نعتیہ شاعری"، حلقہ نیاز و نگار، کراچی، ۱۹۷۴

القرآن الکریم

مجید، ریاض، "نعتیہ دیباچے"، نعت اکادمی، فیصل آباد، ۳۰ جون ۲۰۲۰ء

ناز قادری، پروفیسر، اردو ناول کا سفر، مکتبہ صدف مہدی حسن روڈ، مظفر پور (انڈیا)، دسمبر ۲۰۰۱ء

نصیر الدین نصیر، پیر، "فیضِ نسبت"، مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء

ہاشمی، رفیع الدین، "اصنافِ ادب"، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۲ء

ورک، اشفاق احمد، ڈاکٹر، علی محمد خان، ڈاکٹر "اصنافِ نظم و نثر"، الفیصل ناشران لاہور، ۲۰۱۴،

یحیٰ نشیط، سید، ڈاکٹر، "اردو میں حمد و مناجات"، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، اردو بازار کراچی، ۲۰۰۰ء

رسائل

"سہ ماہی دھنک رنگ"، فتح جنگ، اٹک، جنوری تا مارچ ۲۰۲۱ء

اخبارات

"روزنامہ دنیا" اسلام آباد، ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۹ء

اردو لغت

مولوی، فیروزالدین، الحاج، 'فیروزاللغات'، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور، کراچی

انگریزی لغت

Penguin dictionary of Literary Terms

ضمیمہ اول

انٹرویو سیدہ پروین زینب سروری بمقام اسلام آباد مورخہ ۲۸ مارچ ۲۰۲۱ء

مقالہ نگار: آپ کا صل نام کیا ہے؟

زینب سروری: میرا نام گرامی سیدہ پروین اختر ہے۔

مقالہ نگار: علمی نام "زینب" رکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

زینب سروری: قلمی نام "زینب" رکھنے سے پیشتر مجھے خواب میں ایک روحانی واقعہ میں یہ نام رکھنے کی بشارت دی گئی۔

مقالہ نگار: اس روحانی واقعہ کی تفصیل بتانا پسند کریں گی؟

زینب سروری: میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی جانب سے مجھے ایک دستاویز بطور تحفہ بھیجی اور پیش کی گئی ہے۔ حامل دستاویزات ایک ننھامنا معصوم اور فرشتہ صورت مؤکل تھا۔ اس ننھے مؤکل نے جو دستاویز جو دستاویز پیش کی وہ ایک سبز چکنے کاغذ پر مشتمل تھی۔ یہ دستاویز اس نے میرے ہاتھ میں دی اور کہا کہ اس دستاویز میں تمام تفصیلات آپ کے بارے میں ہیں اور یہ نام جو نیچے درج ہے یہ بھی آپ کو دیا گیا ہے جو آپ کو ذاتِ باری تعالیٰ اور حضور ﷺ کی جانب سے عطا ہوا ہے۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عطا پر بے حد خوش ہوئی۔

مقالہ نگار: آپ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟

زینب سروری: ۱۰ فروری ۱۹۴۹ء کو اس وقت کے صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) کے ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے چھوٹے سے علاقے کلاچی میں پیدا ہوئی۔

مقالہ نگار: آپ کا بچپن کس طرح کی مصروفیات میں گزرا؟

زینب سروری: میرا بچپن عام بچوں سے ذراہٹ کر تھا۔ کھیل کود کے بجائے کتابوں سے شغف تھا۔ بچپن سے ہی نعت خوانی کا شوق تھا۔

مقالہ نگار: آپ کی شادی کب ہوئی اور کتنے بچے ہیں؟

زینب سروری: میری شادی ملک کے معروف قانون دان اور جسٹس ریٹائرڈ عبدالکریم کنڈی سے ہوئی۔ ماشااللہ پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ تین بیٹے اور ایک بیٹی امریکہ، ایک بیٹا ریاض جبکہ ایک بیٹی اور بیٹا اسلام آباد میں رہائش رکھتے ہیں۔ بچوں کے والد محترم انتقال کر چکے ہیں۔

مقالہ نگار: آپ کے والدِ محترم کیا کرتے تھے اور ادبی دنیا سے ان کو کس قدر لگاؤ تھا؟

زینب سروری: میرے والد محترم فقیر عبدالحمید سروری نے اردو ادب کے ساتھ ساتھ پشتو زبان میں بھی نمایاں ادبی خدمات سرانجام دیں۔

مقالہ نگار: آپ نے تعلیم کہاں تک اور کہاں سے حاصل کی؟

زینب سروری: اردو میں مہارت اور ادیب فاضل کی اسناد بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن سے بالترتیب ۱۹۶۲ء اور ۱۹۶۵ء میں حاصل کی۔

مقالہ نگار: آپ اپنے خاندانی پس منظر کے بارے میں بتائیں؟

زینب سروری: میرا تعلق گنڈہ پور قبیلہ سادات سے ہے۔ دادا سید فقیر عبدالحمید سروری اللہ کے ولی اور اردو، فارسی اور پشتو زبان کے منجھے ہوئے شاعر تھے۔

مقالہ نگار: نعت گوئی کا آغاز کب کیا؟

زینب سروری: بچپن ہی سے مذہبی شاعری سے لگاؤ تھا۔ دورانِ تعلیم پرائمری سکول ہی سے میلاد پر نعتیہ کلام پڑھے۔ بارہ سال کی عمر میں پہلی نعت لکھی۔ شادی کے بعد "اخبار، جہاں" میگزین کے لیے سنجیدہ غزلیں لکھیں لیکن والد صاحب کی ناپسندیدگی کی وجہ سے غزل لکھنا چھوڑ دی۔ اولاد کی ذمہ داریوں سے فرصت کے بعد ۲۰۱۴ء میں باقاعدہ حمد و نعت لکھنے کی طرف میلان ہوا جو کہ اب تک جاری ہے۔

مقالہ نگار: لکھنے کے اس سفر میں راہنمائی کس سے حاصل کی؟

زینب سروری: شاعری میں ابتدائی راہنمائی والد محترم نے کی۔ ان کے بعد بھائی ڈاکٹر فقیر جاوید احمد نے ہر طرح سے راہنمائی فرمائی۔

مقالہ نگار: اب تک کتنے نعتیہ مجموعے اشاعت کے مراحل سے گزر چکے ہیں؟

زینب سروری: اب تک تین نعتیہ مجموعے "تسبیحِ نور" ، "حریمِ نور"، "قندیلِ نور" طبع ہو چکے ہیں جبکہ چوتھا مجموعہ زیرِ طباعت ہے۔

مقالہ نگار: پسندیدہ شعرا کون ہیں؟

زینب سروری: علامہ اقبال، مرزا غالب، فیض احمد فیض، اور ناصر کاظمی پسندیدہ شعرا ہیں۔

مقالہ نگار: پسندیدہ نعت گو شعرا کون ہیں؟

زینب سروری: ہر اچھا لکھنے والا نعت گو پسند ہے۔

مقالہ نگار: نعت گوئی کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟

زینب سروری: نعت گوئی چونکہ شانِ کائنات، وجہ کائنات اور جانِ کائنات کی مدحت ہے اور جو کوئی بھی اسے صمیم قلب سے اپنائے گا اس پر ذاتِ باری تعالیٰ کی رحمت اور نبی کریم ﷺ کی نظرِ کرم ہو جاتی ہے۔

ضمیمہ دوم

انٹرویو سیدہ پروین زینب سروری بمقام اسلام آباد مورخہ ۱۳ اکتوبر ۲۰۲۱ء

مقالہ نگار: آپ اپنی مذہبی شاعری کا مطالعہ کرتی ہیں تو کیا محسوس ہوتا ہے؟

زینب سروری: میں اپنی شاعری کا مطالعہ کرتی ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ "میں" نہیں ہوں بلکہ مجھ سے لکھوایا جارہا ہے۔ مضامین خود بخود دل پر اترتے محسوس ہوتے ہیں۔

مقالہ نگار: نعت گوئی کے لیے کیا ضروری ہے؟ کس قسم کا اسلوب اختیار کیا جائے؟

زینب سروری: نعت دل ہی سے کہی جاتی ہے۔ صرف الفاظ ہی بیان نہیں کیے جاتے بلکہ الفاظ کا چناؤ اچھا ہو۔ ایسے الفاظ ہوں کہ دل پر اثر کریں۔ ایسا نہ ہوں موٹے لفظ چن لیے جو پتھر کی طرح لگیں۔ میں چاہتی ہوں کہ الفاظ سننے میں بھی اچھے لگیں۔ میں نے نعت گوئی کے لیے خود کو وقف کر دیا ہے۔ نو سال پہلے میں نے دعا کی تھی کہ میں غزل کے علاوہ حمد و نعت لکھنا چاہتی ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو گوشہ نشین کیا۔ میں نے اپنی زندگی نعت کے لیے وقف کر دی ہے۔ خیالات اور الفاظ دل پر اترتے جاتے ہیں۔ آورد کم ہے اور آمد زیادہ ہے۔

مقالہ نگار: کیا آپ پاکستان میں نعت گوئی کے معیار سے مطمئن ہیں؟

زینب سروری: نعت گوئی میں وقت کے ساتھ ساتھ تنوع آیا ہے۔ ہمارے ہاں نعت کے مضامین میں بھی تنوع آیا ہے۔ نعت گوئی کے مضامین کا تعلق نعت گو شاعر کی قلبی حالت سے ہوتا ہے ہر شاعر اپنی دلی کیفیت کو آپ ﷺ سے محبت کو اپنے الفاظ کا جامہ پہنا کر قارئین کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔

مقالہ نگار: دورِ حاضر میں نعت گوئی کے تقاضے کیا ہیں؟

زینب سروری: صرف ایسے مضامین باندھے جائیں جو کہ کسی بھی مخالفت کے بغیر قبولِ عام ہوں اور جن سے رسول اللہ ﷺ سے محبت و عقیدت کی راہیں مزید پختہ ہوں اور ایسے مضامین سے تو بالکل پرہیز کیا جائے جن سے کسی خاص طبقے کے عقائد کا پرچار ہو۔

مقالہ نگار: نعت گوئی اور منقبت میں کچھ شعرا مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں، آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

زینب سروری: اہلِ بیت کے متعلق منقبت میں جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ تاہم دیگر بزرگانِ دین کے بارے میں حد سے زیادہ تعریف مبالغہ آرائی میں شمار کی جائے گی۔ عام شاعری میں تو مبالغہ آرائی کی اجازت ہوتی ہے لیکن مذہبی شاعری میں مبالغہ آمیزی نہیں کرنی چاہیے۔

مقالہ نگار: کیا نعت گوئی پر آپ کو کوئی اعزاز بھی ملا؟

زینب سروری: ۲۰۱۹ء میں نعتیہ مجموعے "حریمِ نور" لکھنے کے بعد وزارتِ مذہبی امور کی طرف سے "سیرت ایوارڈ" سے نوازا گیا۔ ۲۰۲۱ء میں "تعبیرِ نور" پر دوبارہ انھیں سیرت ایوارڈ سے نوازا گیا۔